ذرا پھر سے کہنا

از نادیہ احمد

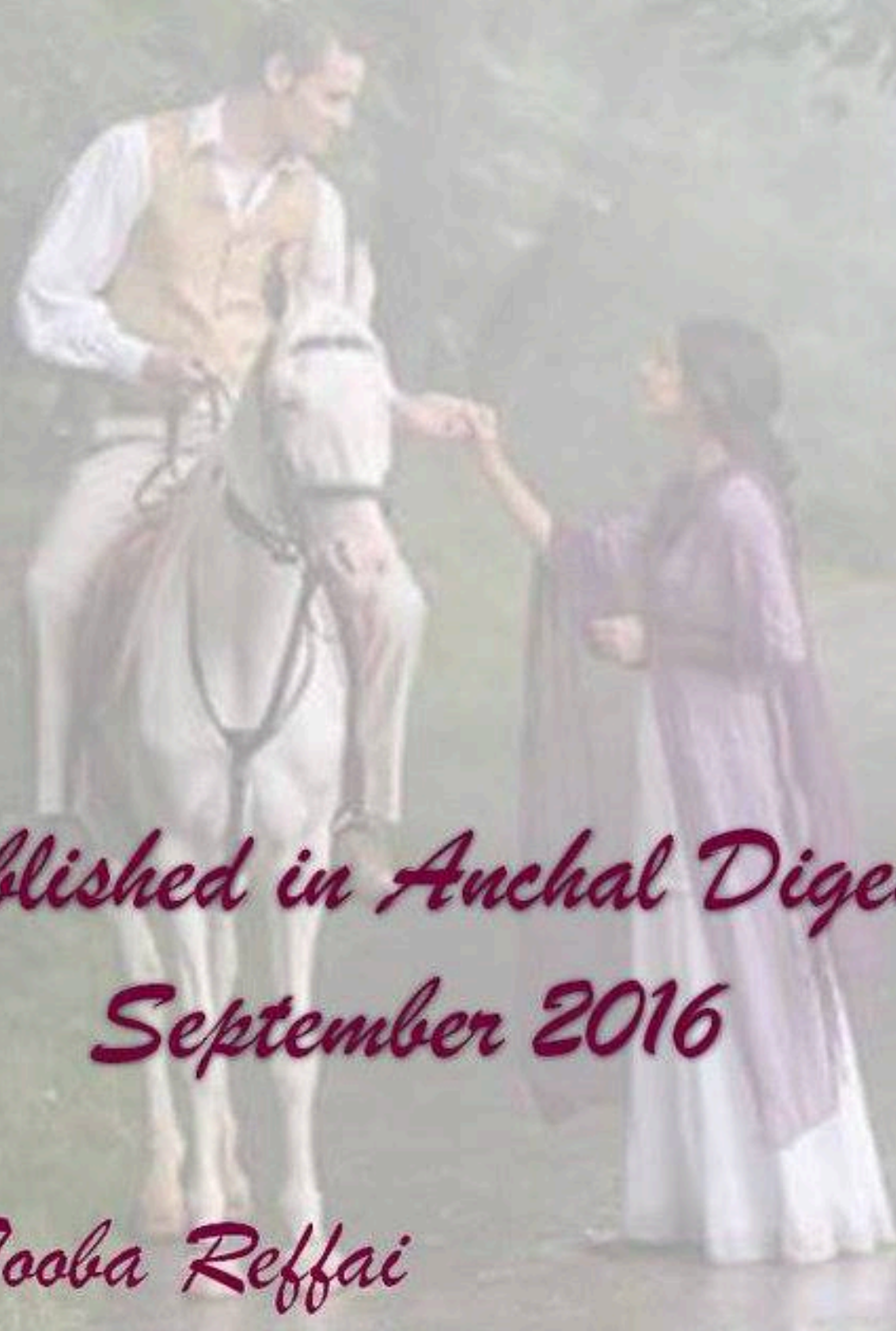

Published in Anchal Digest

September 2016

Edited by Tooba Reffai

http://paksociety.com

ذرا پھر سے کہنا

نادیہ احمد

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کے تحت شائع ہونے والے ناول "ذرا پھر سے کہنا" کے حقوق طبع و نقل بحق مصنفہ (نادیہ احمد) محفوظ ہیں۔

http://paksociety.com

"حمیدہ کے ساتھ پچھلے ہفتے جو لوگ آئے تھے انہوں نے بھی ٹکا سا جواب دے دیا ہے۔"

گھر میں داخل ہوتے ہی سعیدہ ممانی کی آواز کانوں سے ٹکرائی تھی۔ بے دلی سے دروازہ بند کر کے اس نے دھیمی آواز میں سلام کیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ چادر اتار کر اس نے پلنگ پہ پھینکی کمرے میں آ کر بھی اسے سعیدہ ممانی کی کاٹ دار آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ جانتی تھی اب یہ موضوع اگلے کئی دنوں تک گھر میں زیر بحث رہے گا اور اسکے ساتھ وہ تمام طنز کے تیر اور پچھلے بیس سال کی مہربانیاں جتائی جائیں گی۔ اسکی بھوک پیاس غائب ہو گئی تھی۔

"آج بہت دیر کر دی آنے میں"؟ صفیہ اسکے پیچھے پیچھے چلی آئی۔

"بس نہیں مل رہی تھی، دو بسیں بدل کر آئی ہوں اسی لئے دیر ہو گئی"۔ ماں کو کمرے میں دیکھ کر اس نے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔ اسکو اپنی وجہ سے مزید پریشان کرنے کا اسکا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"میں تو کہتی ہوں چھوڑو یہ نوکری کے جھنجٹ اچھی خاصی تمھاری ٹیوشن لگی ہوئی تھی، گزر بسر ہو ہی جاتی تھی"۔ صفیہ نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

تین چار ٹیوشنز سے کیا بنتا ہے امی، کب تک ماموں پہ بوجھ بنے رہیں گے۔ ویسے بھی مہینے کے سترہ اٹھارہ سو روپے سے ہماری بھی زندگی میں کونسا فرق پڑ گیا تھا۔

"ارے سویرا اب کمرے میں گھسی رہے گی یا پھر کوئی کام بھی کرے گی۔ رات کا کھانا بھی تیار کرنا ہے اور باورچی خانے میں چائے کے برتن بھی پڑے ہیں۔ سارا دن افسری میں گزار کر محترمہ اندر آرام فرما رہی ہیں"۔ سعیدہ کی چنگھاڑتی ہوئی آواز پہ وہ فورا پلنگ سے اٹھی۔

"تم آج تھکی ہوئی ہو رہنے دو میں کھانا بنا لیتی ہوں"۔ صفیہ نے بیٹی کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر کہا۔

"نہیں امی آپکی طبعیت ٹھیک نہیں ہے اور پھر میری غیر موجودگی میں سب کام آپ ہی تو کرتی ہیں۔ میں کرلوں گی سب آپ فکر نہ کریں"۔ دوپٹہ سنبھالتی وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆☆

"میں پوچھتی ہوں آخر کب تک ہم تمھاری بہن اور بھانجی کا بوجھ اٹھائیں گے۔ بیس سال ہوگئے ہیں اس ایثار کی کوئی حد بھی ہے"؟ سعیدہ کو تو جیسے موقع ملنا چاہیئے تھا اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا۔

"کیا کہہ دیا ہے اب میری بہن اور بھانجی نے تمھیں؟ اور وہ دونوں میرے لئے بوجھ نہیں ہیں، خیر سے سویرا تو اب خود کمانے لگی ہے بھول گئی تم ابھی پچھلے ماہ ہی تو اس نے مجھے شکیل کی فیس کے لئے پیسے دیئے تھے بولتے ہوئے کبھی تو سوچ لیا کرو۔"

"ہاں تو کونسا احسان کر دیا جو اتنے سالوں میں ماموں کو چند ہزار روپے دے دیئے۔ تم بھی تو بیس سال سے انکے خرچے برداشت کر رہے ہو۔ اس چھت کے نیچے رہتیں ہیں تو کیا ہمارے مشکل وقت میں اتنا بھی نہیں کرے گیں۔ تم نے بھی تو بڑے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیس سال پہلے ساری دنیا کی ذلت ورسوائی برداشت کرکے بہن کو گھر میں پناہ دی تھی حالانکہ جو کارنامہ وہ کر چکی تھی اسکے بعد غیرت مند بھائی بہنوں کا خون کر دیتے ہیں"۔ سعیدہ نے ایک بار پھر اس زخم کو کھرچ ڈالا جو اتنے برسوں میں بھی مندمل نہیں ہوا تھا۔

"پرانی باتوں کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ سعیدہ، بس وہ ذلت مقدر میں لکھی تھی"۔ قیوم نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ ایک یہی بات تو انہیں اتنے سالوں سے سعیدہ کے سامنے کمزور کرتی تھی۔

"اب یہ بتاؤ اس خوبصورت بلا کا کیا کرنا ہے۔ نوکری کے چکر میں اسکو گھر پہ تو بٹھایا نہیں جاسکتا۔ میں پوچھتی ہوں تمھاری یہ بھانجی کب تک میرے کلیجے پہ مونگ دلے گی۔ اس بار بھی لڑکے والوں نے انکار کر دیا ہے، کب تک اسکے بیاہ کے چکر میں ہلکان ہوتی رہوں مجھے اپنی بیٹی بھی تو بیاہنی ہے"۔ سعیدہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے عقل سے پیدل عورت ہماری عالیہ تو ابھی بچی ہے، میٹرک بھی نہیں کیا اس نے اور تمھیں اسکی شادی کی فکر پڑ گئی ہے۔ اللہ اسکے نصیب اچھے کرے جب وقت آئے گا تو اسکے لئے بھی کوئی اچھا بر مل جائے گا"۔ قیوم نے اسکی بات سن کر کہا۔

"ویسے ایک بات تو ہے سعیدہ تمھیں جہیز کے لئے منع نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ آجکل کے دور میں بغیر جہیز کے کسی لڑکی کی شادی ہونا اتنا آسان نہیں۔ جتنی بھی ہماری حیثیت تھی سویرا کے نصیب کا کچھ نہ کچھ تو میں کر ہی دیتا"۔ قیوم نے مزید کہا۔

"لگتا ہے بڑھاپے میں سٹیا گئے ہو میاں۔ کہاں سے دیتے جہیز اپنی بھانجی کو، یہاں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہیں، بچوں کی فیس بھرتے ہوئے تم مجھے دس باتیں سناتے ہو بھانجی کی شادی کا جہیز اکٹھا کرنے کے لئے ڈاکا مارتے کیا۔ یہ تو اچھا ہوا میں نے پہلے ہی انہیں بتا دیا کہ ہم جہیز وغیرہ نہیں دے سکتے رشتہ طے ہو جاتا تو کہاں سے انکی فرمائشیں پوری کرتے"۔ سعیدہ ہاتھ نچاتے ہوئے بولی۔

"تو پھر میرے کان کیوں کھا رہی ہو جب سب کچھ اپنی مرضی سے کرنا ہے تو پھر مجھے یہ سب باتیں سنانے کا کیا مقصد؟ جو دل میں آتا ہے کرو"۔ قیوم نے جل کر کہا اور دوبارہ اخبار کی طرف دھیان لگا لیا۔ سعیدہ اسے یہ بتا نہیں پائی تھی کہ پچھلے چند ماہ سے اس کے اندر کونسے شبہات کا ناگ پھن اٹھائے بیٹھا تھا۔ اسکا بس چلتا تو وہ اس لڑکی کو کل ہی رخصت کر دیتی۔

قیوم اور صفیہ دو بہن بھائی تھے۔ جنت بی بی کا شوہر کے انتقال کے بعد یہ دونوں ہی آسرا تھے۔ قیوم ریلوے میں کلرک تھا، گھر میں پیسے کی ریل پیل نہ سہی مگر خوشحالی تھی۔ صفیہ گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ قیوم اسکی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا۔ سعیدہ سے شادی کے بعد بھی اپنی ماں اور بہن کو قیوم نے کبھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔ سعیدہ کی بھی شوہر کے سامنے اونچی آواز میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ ایسا نہیں کہ قیوم حاکمانہ فطرت رکھتا تھا بلکہ یہ اس لئے کہ وہ اسکا بھی بہت خیال رکھتا تھا۔ وہ ایک اچھا بیٹا، اچھا بھائی اور اچھا شوہر تھا۔ خرم کی پیدائش کے بعد گھر میں سعیدہ کی قدر اور بھی بڑھ گئی تھی۔ ان دنوں صفیہ انٹر میں تھی جب محلے کے نکڑ پہ بنی کریانہ کی دکان میں ایک نیا ملازم رکھا گیا۔ کالج آتے جاتے اسکا

سامنا شفیق سے ہوا۔ وہ کہنے کو تو دوکاندار تھا مگر صورت اسکی شہزادوں والی تھی۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ صفیہ پہ آتی اس نئی نئی جوانی کا اثر تھا یا یہ اسکی وجیہہ صورت تھی جس نے اسے شفیق کی طرف راغب کیا اور پھر اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک دن صفیہ ماں اور بھائی سے بغیر کچھ کہے گھر سے بھاگ گئی۔ شفیق اچھی طرح جانتا تھا کہ صورت کے سوا اس میں ایسی کوئی خوبی نہیں جو ریلوے کا کلرک اپنی اکلوتی خوبصورت بہن اس سے بیاہ دے گا اسی لئے اس نے صفیہ کو گھر سے بھاگ کر شادی کرنے پہ راضی کر لیا تھا۔ جس دن صفیہ گھر واپس نہیں آئی وہ رات قیوم پر قیامت بن کر گزری اور اسکے بعد آنے والا ہر دن اسکے لئے قیامت ہی تھا۔ محلے میں یہ بات جنگل

http://paksociety.com

کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ رشتے داروں اور محلے والوں کی باتیں جو شروع تو جوان لڑکی کے گھر سے چلے جانے پہ افسوس سے ہوتیں اور انکا اختتام قیوم کو اس خوفناک مستقبل کی جھلک دکھلانے پہ ہوتا جن کا سامنا قیوم کو کرنا پڑے گا۔ اس نے ان زہر میں بجھے تیروں کو سر جھکائے برداشت کیا تھا۔ جنت بی بی تو بستر پہ لگ گئی تھیں۔ اگلے چند ماہ میں یہ قصہ لوگوں کی دلچسپی کھو چکا تھا۔ دنیا کو اور بھی بہت سے دکھ تھے وہ کب تک صفیہ کے گھر سے بھاگنے پر تبادلہ خیال کرتے لیکن قیوم کے لئے ابھی ذلت کے اس باب کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ ڈیڑھ سال بعد صفیہ گود میں ایک ادھ مری بلکتی بچی اٹھائے اسکے دروازے پہ واپس آگئی تھی۔ قیوم نے اسے دھتکارہ نہیں تھا، وہ اتنی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کبھی نہ کرتا اگر وہ جنت بی بی کی آنکھوں میں بے بسی اور بہن کے لئے رحم کی التجا نہ دیکھتا۔

شفیق سے شادی کے چند دن بعد ہی صفیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ شفیق ان لوگوں میں سے تھا جو عشق آسانی سے کر لیتے ہیں وہ شادی کو تو کھیل سمجھتے ہیں لیکن جب ذمہ داری نبھانے کا وقت آتا ہے تو راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ صفیہ اپنی واپسی کا ہر دروازہ اپنے ہاتھوں سے بند کر چکی تھی، ان لوگوں کا سامنا کیسے کرتی جن کی عزت کو اپنی خوشیوں کی خاطر اپنے پیروں تلے روند چکی تھی۔ اپنے خوابوں کی جنت سجاتے اس نے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اپنے خونی رشتوں کی زندگی دوزخ بنا آئی ہے اور پھر ایک دن یہ عذاب اسے بھی بھگتنا تھا۔ شفیق کے ساتھ روتے دھوتے وہ نبھا رہی تھی لیکن جب ایک دن وہ صفیہ کو بتائے بغیر غائب ہو گیا اور پورے ایک مہینے تک اسکا کچھ پتا نہ چلا تو گود میں چند ماہ کی سویرا کو لے کر وہ اپنی انا اور عزت نفس کا لاشا سنبھالے بھائی کی چوکھٹ پہ آگئی وہ بخار میں پھکتی اپنی بھوکی پیاسی بہن کو دیکھ کر اسے پناہ دینے پہ مجبور ہو گیا تھا۔۔ اپنی عزت کو سولی پر چڑھا کر قیوم نے اس زہر کے گھونٹ کو پی لیا تھا۔ ذلت و رسوائی کا جو سلسلہ چند ماہ پہلے بند ہو گیا تھا صفیہ کی گھر واپسی کے بعد دوبارہ شروع ہو گیا تھا۔ لوگوں کی باتیں ماضی بھولنے نہیں دیتی تھیں اور سعیدہ کے طعنوں نے جلتی پہ تیل کا کام دکھایا۔ قیوم نے صفیہ کو گھر رکھ تو لیا لیکن اس سے کبھی بات نہیں کی تھی۔ جنت بی بی کی موت کے بعد گھر پہ سعیدہ کا مکمل کنٹرول تھا اور صفیہ کی حیثیت ایک ملازمہ سے بھی بدتر تھی۔ جب تک ماں زندہ تھی وہ اسکی ڈھال بنی رہی اور اسکے بعد زندگی صفیہ اور اسکی بیٹی کے لئے مزید تنگ ہوتی چلی گئی۔ اسے بے دام کی غلام بنا کر بھی سعیدہ کی زبان زہر اگلتی تھی۔ قیوم صفیہ سے تو بات نہیں کرتا تھا لیکن سویرا سے اسے بہت محبت تھی پر سعیدہ کی موجودگی میں وہ اس کا برملا اظہار کبھی نہیں کر پایا۔ قیوم اسے خرم کی طرح ایک پرائیوٹ اسکول میں داخل کرانا چاہتا تھا لیکن سویرا کے اسکول جانے پہ گھر میں جو کہرام مچا اسکے بعد قیوم نے خاموشی سے سویرا کا داخلہ قریبی سرکاری اسکول میں کرا دیا تھا۔

http://paksociety.com

صفیہ کے لئے تو یہ بھی غنیمت تھا کہ سعیدہ نے سویرا کا اسکول میں داخلہ کرا دیا تھا ورنہ جس طرح سعیدہ صفیہ کے کردار پہ جملے کسنے سے باز نہیں رہتی تھی یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اسکی بیٹی کو کسی اسکول میں داخل ہی نہ کرایا جاتا۔ آئے دن کے ہنگاموں کے باعث قیوم نے خود کو گھر کے مسائل سے الگ کر لیا تھا۔ اسے خاموشی میں عافیت نظر آتی تھی۔ یوں بھی گھر کا خرچ ایک اکیلے شخص کی کمائی پہ چل رہا تھا، پچھلے چند سالوں میں سعیدہ کے دو حمل ضائع ہوئے اور پھر عالیہ کی پیدائش کے بعد گھر میں ایک اور فرد کے اضافے سے قیوم کو ایک قریبی پی سی او میں شام کے چند گھنٹے کی پارٹ ٹائم ملازمت کرنا پڑی۔ گھر کے ہر فیصلے کی مالک و مختار سعیدہ تھی۔

سویرا شکل صورت کی اچھی تھی اور پڑھائی میں ہوشیار تھی اسکے برعکس سعیدہ کے دونوں بچے واجبی صورت شکل ہونے کے ساتھ ساتھ بگڑے ہوئے اور کوڑھ مغز تھے۔ اسکول سے آئے دن انکی شکایات آتیں لیکن سعیدہ کی بے جا حمائیت کے سامنے قیوم کبھی انہیں سرزنش نہیں کر پاتا تھا۔ خرم سویرا سے تین سال بڑا ہونے کے باوجود ابھی تک بی اے میں اٹکا ہوا تھا۔ سعیدہ کی طرح اسکے دونوں بچوں کو بھی پھوپھی سے کوئی ہمدردی نہیں تھی اور سویرا سے ان سب کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ صفیہ کے ماضی کو جواز بنا کر سعیدہ نے سویرا پہ بہت سی پابندیاں لگائی ہوئی تھیں، اسکے کالج جانے پہ تو خیر قیوم بھی جز بز تھا مگر میٹرک میں ملنے والی شاندار کامیابی کے بعد سویرا کی التجا اور یقین دہانیوں سے موم پڑ کر قیوم نے اسے کالج جانے کی اجازت دے دی تھی۔ پچھلے چند سالوں میں قیوم کی خرابی صحت کے باعث دو نوکریاں اسکے بس سے باہر ہو گئی تھیں۔ ایسے میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ سویرا نے محلے کے چند بچوں کو ٹیوشن دینا شروع کر دی۔ بی اے کے بعد اسے ایک پرائیوٹ کمپنی میں ملازمت مل گئی تھی۔ گھر کے خرچ میں اسکے حصہ ڈالنے سے قیوم کو اپنا بوجھ کم ہوتا محسوس ہوا تھا لیکن انہی دنوں سعیدہ کو اسکی شادی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اسکے سینے پہ پچھلے کچھ عرصے سے جو بوجھ آ پڑا تا اوہ اسے قیوم کے ساتھ بھی نہیں بانٹ سکتی تھی۔ کہیں قیوم کے دل میں بہن اور بھانجی کی محبت کا لاوا پھوٹ نکلا تو سعیدہ کی زندگی جل کر خاک ہو جائے گی۔ یہ تو اچھا ہوا اس دن رات کو سعیدہ نے سونے سے پہلے باورچی خانے کا چکر لگا لیا جہاں سویرا اسوقت رات کے کھانے کے برتن دھو کر رکھنے کے بعد باورچی خانے کی صفائی کر رہی تھی۔ پھر صبح سب سے پہلے اٹھ کر گھر کے سب افراد کا ناشتہ بنانا اور صفائی کرنا ہوتی تھی۔ خرم سویرا کے ساتھ باورچی خانے میں جانے کیا کھسر پھسر کر رہا تھا۔ سعیدہ کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ سویرا تو خیر اپنے کام میں مصروف تھی لیکن خرم کے انداز اسے کچھ ٹھیک نہیں لگے تھے۔ وہ بجلی سی تیزی کے ساتھ وہاں پہنچی تھی۔

http://paksociety.com

" تم یہاں کیا کر رہے ہو خرم ؟"

"وہ۔۔۔۔۔وہ مُیں چائے کا کہنے آیا تھا۔ کب سے آوازیں دے رہا تھا کہ ایک کپ چائے بنادو لیکن کسی نے سنا ہی نہیں تو میں کچن میں آگیا۔"

"اچھا۔۔۔ لیکن مجھے تو کوئی آواز نہیں آئی"۔ وہ سوچ میں پڑ گئی تھی اور پھر اسی لمحے اس نے گھور کر سویرا کو دیکھا۔ جو وہاں خوفزدہ کھڑی تھی۔

"تجھ سے اب تک باورچی خانہ صاف نہیں ہوا؟ جلدی جلدی ہاتھ چلایا کر"۔ نگاہوں کی طرح اسوقت زبان بھی شعلے اگل رہی تھی۔

مامی میں بس کر ہی رہی تھی"۔ سر جھکائے سویرا نے کہا اور ایک بار پھر اپنے کام میں لگ گئی۔

"اسوقت چائے پیے گا تو نیند نہیں آئے گی اور دیر سے سوئے گا تو صبح کالج کیسے جائے گا"؟ سعیدہ اب خرم سے کہہ رہی تھی۔

" آجائے گی نیند اماں، ابھی تو چائے کی طلب ہو رہی ہے"۔ وہ بھی ڈھٹائی سے بولا تھا۔

"دیکھ خرم میں کہہ رہی ہوں تو اب سنجیدہ ہو جا، تیرے ابا پہلے ہی اس بار تیری فیس دیتے ہوئے مجھے دس باتیں سنا چکے ہیں۔ اس بار بی اے میں فیل ہوا تو۔۔۔۔۔"اس نے سعیدہ کی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔

"ایک کپ چائے کا مانگا تھا وہ تو ملا نہیں البتہ دس باتیں سنا دی ہیں اماں تم نے۔ رہنے دو نہیں پیتا چائے میں"۔ پیر پٹختا وہ باورچی خانے سے نکل گیا تھا۔

"ارے غصہ کیوں کر رہا ہے؟ میں تو کہہ رہی ہوں چائے نہ پی گرم گرم دودھ پی کے سو جا بیٹا نیند اچھی آئے گی۔ میں لا رہی ہوں تیرے لئے"۔ سعیدہ پیچھے سے اسے پچکارتی رہ گئی تھی

اس دن کے بعد سے سعیدہ کے لئے سکون حرام ہو گیا تھا۔ حمیدہ کو بلا کر اس نے جلد سے جلد سویرا کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اسے سویرا کے چار پانچ ہزار میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن یہ دوسرا رشتہ بھی انکار کر چکا تھا جس کی بنیادی وجہ سعیدہ کا جہیز سے صاف انکار تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

رات تک بات بے بات سعیدہ اپنا غصہ سویرا اور صفیہ پہ نکالتی رہی تھی۔

"سوچ سوچ کر میرا تو دل بیٹھا جاتا ہے کہ اس نوکری کے چکر میں کہیں کوئی چاند نہ چڑھا آئے، جوان لڑکی پہ کب تک نظر رکھی جائے وہ بھی جب اسکی رگوں میں بھگوڑے ماں باپ کا خون ہو۔ عزت سے اسکو رخصت کر دوں تو میں چین کی نیند سو پاؤں گی"۔ سعیدہ کی باتیں صفیہ اور سویرا دونوں کے لئے ایک جیسی تکلیف دہ تھیں لیکن صفیہ کو سعیدہ کے جملوں سے زیادہ بیٹی کی خاموشی مارتی تھی۔ وہ اگر ماضی میں ایک بھیانک غلطی نہ کرتی تو آج اسکی اولاد کو یہ طعنے نہ سننے پڑتے۔

"تم بھابی کی باتوں کو دل پہ مت لیا کرو سویرا، وہ زبان کی کڑوی ہیں لیکن دل کی بری نہیں۔ انہیں بس تمھاری شادی کی فکر ہے"۔ کمرے میں آکر صفیہ نے سویرا کی اتری ہوئی صورت دیکھ کر کہا۔

"اماں میں اپنے لئے انکی کسی بات کا برا نہیں مناتی مجھے تو آپکی بے عزتی سن کر تکلیف ہوتی ہے۔ آخر وہ معاف کیوں نہیں کر دیتیں۔ اتنے سالوں بعد تو اللہ بھی بندوں کے قصور معاف کر دیتا ہے"۔

"اللہ معاف کر دیتا ہے بیٹا انسان نہیں کرتا۔ اسلئیے بندوں سے ایسی توقع رکھنی بھی نہیں چاہئیے"۔ صفیہ نے دھیمی آواز میں بستر پہ لیٹتے ہوئے کہا۔ سویرا لائٹ بند کر کے ساتھ والے پلنگ پہ لیٹ گئی۔

"انہیں صرف اپنی فکر ہے، میری شادی کے چکر میں انکے ہاتھ آپکو باتیں سنانے کا ایک اور موقع آگیا ہے۔ آپکو کیا لگتا ہے وہ میری شادی کا تردد کسی ثواب کے چکر میں کر رہی ہیں ضرور انکے ذہن میں کچھ اور چل رہا ہے"۔ سویرا آنکھوں پہ ہاتھ رکھے بستر پہ لیٹی تھی۔

"اس زمانے میں کسی کے رشتے دار کہاں اتنا کرتے ہیں جو میرے بھائی بھابی نے کیا ہے۔ بیس سال سے ہماری ہر ضرورت انہی کے طفیل پوری ہوئی ہے۔ اگر وہ کچھ برا بول بھی دیں تو تمھیں درگزر کرنا چاہئیے اور پھر تم اپنے گھر بار کی ہو جاؤ یہ تو میں بھی چاہتی ہوں۔ اللہ سے بس یہی دعا ہے کہ میں اپنی زندگی میں تمھاری شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں"۔ صفیہ کی بات پہ سویرا نے لب بھینچ لئے۔ وہ جانتی تھی صفیہ کو کچھ بھی کہنا بیکار ہے۔ پتا نہیں اس میں اتنا ضبط کیسے تھا، بیس سال سے وہ اس عذاب میں تھی لیکن کسی کے سامنے تو دور اکیلے میں سویرا کے سامنے بھی وہ نہ کبھی روئی تھی اور نہ ہی اس نے اسے کوئی شکائیت کرتے دیکھا تھا۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"یہ دونوں ماں بیٹی اندر بیٹھی کونسی منصوبہ سازی کر رہی ہو؟" چھٹی کے دن سب کاموں سے فارغ ہو کر وہ صفیہ کے پاس آ کر ہی بیٹھی تھی کہ سعیدہ اندر آ گئی۔ صفیہ کی طبیعت کچھ دن سے ٹھیک نہیں تھی اور سویرا اس سے اسکی طبیعت کا ہی پوچھ رہی تھی۔

"ارے نہیں بھابھی ہم دونوں تو بس یونہی ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے"۔ صفیہ نے سعیدہ کو دیکھ کر وضاحت کی۔

"مجھے کیا ادھر کی کرو یا ادھر کی میں تو یہ کہنے آئی تھی کہ باہر بارش شروع ہو گئی ہے۔ چھت سے کپڑے اتار لاؤ، ورنہ سب دھلے ہوئے کپڑوں کا ستیاناس ہو جائے گا"۔ سعیدہ نے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی اتار لاتی ہوں ممانی"۔ سویرا جلدی سے کمرے سے نکل گئی تھی۔ بارش بہت تیز نہیں لیکن مسلسل ہو رہی تھی۔ کپڑے جلدی جلدی اتار کر وہ واپس جانے کے لئے پلٹی تو راستے میں خرم کھڑا تھا۔

"خرم بھائی راستے سے ہٹیں"۔ خرم کی حرکتیں دن بہ دن ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھیں۔ دن بھر آوارہ لڑکوں کی صحبت میں رہ کر وہ گھر میں بھی وہی لچر حرکتیں کرتا تھا۔ سویرا کی زندگی کچھ عرصے سے اس نے عذاب بنا رکھی تھی۔ یوں تو وہ گھر میں کم ہی ہوتا تھا اور جب ہوتا تو سویرا کی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ سب گھر والوں کے ساتھ رہے۔ لیکن پھر بھی اسکی جملہ بازیاں چلتی رہتی تھیں جنھیں سویرا نظر انداز کرتی رہتی تھی۔ اسے معلوم تھا اگر سعیدہ کے کان میں کسی بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ سویرا کو ہی قصوروار سمجھے گی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے کبھی دو گھڑی ہم سے بھی تو بات کر لیا کرو۔ کتنا دل چاہتا ہے تمھیں اپنے دل کا حال سنانے کو ایک تم ہو کہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔" اس نے دل پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

"خرم بھائی آپکو شرم نہیں آتی مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہوئے؟ چھوڑیں میرا راستہ مجھے یہ کپڑے نیچے لے کر جانے ہیں۔" وہ تنک کر بولی

"ایک تو یہ بھائی تمھاری زبان سے بالکل اچھا نہیں لگتا ہے۔ ذرا پیار سے بھی بول لیا کرو ہر وقت غصے میں۔۔۔۔"

http://paksociety.com

"ممانی"۔ خرم کی بات کاٹ کر اس نے زور سے سعیدہ کو پکارا، وہ جانتی تھی یہ حربہ کامیاب ہو گا۔ خرم فوراً اسکے آگے سے ہٹ گیا تھا۔ وہ اسے نیچے جاتے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

''لگتا ہے آپ یہاں نئی آئی ہیں مس۔۔۔۔؟''

سویرا اسوقت ایک کانٹریکٹ ٹائپ کرنے میں مصروف تھی جب اسے کسی کی بے تکلف آواز اپنے قریب سنائی دی۔ سیاہ قیمتی سوٹ میں آنکھوں پہ ڈیزائینر گلاسز لگائے وہ کافی اسمارٹ لگ رہا تھا۔ دراز قد اور صاف رنگت، آنکھوں میں ذہانت اور اعتماد کی چمک۔ وہ اسے کافی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"سویرا۔" اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے اعتماد اور سنجیدگی سے کہا۔

"آپکو شہیر صاحب سے ملنا ہے سر؟" وہ اسکی مسکراہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے مزید بولی تھی۔ ڈیڑھ ماہ پہلے وہ اس کمپنی میں سیکرٹری کی پوسٹ پہ اپائینٹ ہوئی تھی۔ اس کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر کے کمرے کے باہر ایک چھوٹا سا شیشے کا کیبن اسے دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے اس نے اس شخص کو کبھی اپنے دفتر میں نہیں دیکھا تھا لیکن اسکا حلیہ اور اعتماد سویرا کو بتا رہا تھا کہ وہ کوئی اہم شخصیت یا اعلیٰ عہدیدار ہے۔ اس شخص کی خود پہ جمی نظریں اور بے تکلف مسکراہٹ اسے زہر لگ رہی تھیں لیکن یہ اسکی جاب کی مجبوری تھی کہ اسے یہاں اپنے باس سے ملنے آئے ہر شخص کے ساتھ اچھے طریقے سے بات کرنی تھی۔ اس دفتر کہ باہر اگر یہ اسے ملتا تو وہ اسے مزا چکھا دیتی۔

"سویرا۔۔۔۔نائس نیم"۔ اسکا نام دہراتا وہ اب بھی اسی کو دیکھ رہا تھا جب ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور شہیر سلیمان باہر نکلا۔ اسے وہاں کھڑے دیکھ کر ایک لمحے کو وہ چونکا اور دوسرے ہی پل اس نے نہائیت بے تکلفی سے اسے پکارا۔

"ہیلو جنید۔ یہاں باہر کیوں کھڑے ہو"۔ شہیر نے سویرا کے کیبن میں آتے ہوئے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ اب اس سے گلے مل رہا تھا۔

"تمھاری نئی سیکرٹری سے تعارف کر رہا تھا"۔ بائیں آنکھ مارتے ہوئے اس نے شہیر سے کہا۔

تم نہیں بدلو گے"۔ اسکی بات پہ قہقہہ لگاتے ہوئے اسکے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر شہیر نے اسکی بات کو انجوائے کیا۔

پر فیکشن کو امپروو کرنا مشکل ہے"۔ جنید برجستہ بولا۔"

"مس سویرا یہ میرا بہت اچھا دوست ہے جنید بخاری اسکی بات کا برا مت منایئے گا اسے بات بے بات مذاق کرنے کی عادت ہے"۔ جنید کی بات پہ مسکراتے شہیر نے سویرا سے کہا جو اسے اپنے کیبن میں دیکھ کر کرسی سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"ایسا کریں دو کپ اچھی سی کافی بھجوائیں"۔ سویرا کو کافی کا کہہ کر شہیر اسکے کمرے سے نکل گیا تھا۔

"اور سناؤ لندن سے کب واپس آئے؟" کمرے میں جاتے ہوئے شہیر کی آواز سویرا کے کانوں سے ٹکرائی۔ انٹر کام پہ کافی کا کہہ کر وہ ایک بار پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

"یہ جنید بخاری کون ہے؟" لنچ ٹائم پہ وہ فرح کے ساتھ بیٹھی تھی۔ فرح انکے آفس میں کمپیوٹر سیکشن میں ہوتی تھی۔ شروع کے چند دن فرح نے اسے کمپیوٹر کے بنیادی استعمال کی ٹریننگ دی تھی۔ اسے کمپیوٹر چلانا نہیں آتا تھا لیکن یہ اس نوکری کی ضرورت تھی۔ شہیر کی سیکرٹری اچانک شادی کی وجہ سے ملازمت چھوڑ گئی تھی ایسے میں اسے فوری طور پہ سیکرٹری اپائینٹ کرنا تھی اور اسی لئے سویرا کی کمپیوٹر معلومات صفر ہونے کے باوجود اسے یہ نوکری مل گئی تھی۔ ای میل اور ٹائپنگ جیسے کام سیکھنے کے لئے سویرا شروع میں دو گھنٹے فرح کے ساتھ بیٹھتی رہی تھی اور اب وہ خود بھی کمپیوٹر آپریٹ کر لیتی تھی ٹائپنگ اس کی البتہ گزارے لائق ہی تھی۔ اس دوران دونوں کی بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ دونوں اپنا کھانا آفس کچن میں ساتھ کھایا کرتی تھیں اور ایک دوسرے سے گپ شپ بھی کر لیتی تھیں۔

"جنید بخاری صاحب تو شہیر صاحب کے بہت قریبی دوست ہیں۔ اس آفس میں انکا آنا جانا رہتا ہے۔ جسٹس نسیم بخاری کا نام سنا ہے تم نے؟ انہی کے بیٹے ہیں۔ بہت ہی قابل بیرسٹر اور انتہائی ہمدرد انسان ہیں"۔ فرح اسے بتا رہی تھی اور اسکے لہجے میں جنید کے لئیے احترام کے ساتھ پسندیدگی بھی تھی۔ شائد وہ اس سے بہت امپریس تھی۔

"لیکن مجھے تو یہ بندہ کافی چھچھورا لگا۔ خوامخواہ فری ہونے کی کوشش کر رہا تھا"۔ سویرا تبصرہ کئے بغیر رہ نہیں پائی۔

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

"وہ تو انکی عادت ہے سب سے ہنسی مذاق کرتے رہنا۔ شہیر صاحب کی پرانی سیکرٹری کو تو انہوں نے بہن بنایا ہوا تھا۔ بہت مدد کی تھی انہوں نے خدیجہ کی۔ خدیجہ لوگوں نے اپنے گھر میں کچھ سال پہلے کرائے دار رکھے تھے۔ گھر میں صرف دو ہی عورتیں تھیں اور کمائی کا دوسرا کوئی ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے ایک فیملی کو اپنے گھر کا نیچے والا پورشن کرایہ پہ دے دیا لیکن وہ لوگ تو گھر پہ قابض ہی ہو گئے۔ نہ کرایہ دیتے تھے اور نہ گھر چھوڑتے تھے۔ اور تو اور پولیس کو بھی کچھ روپے دے کر انہوں نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ خدیجہ نے جنید صاحب سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا تو انہوں نے ایک بہت ہی اچھے وکیل کی مدد سے اسکے گھر کا مسئلہ حل کروایا تھا اور یہی نہیں اس کیس کے لئے لائر کو فیس بھی خود دی تھی۔ نہ تو ان دونوں ماں بیٹی کو تھانے کچہری جانا پڑا اور نہ ہی کوئی لمبے چوڑے بل بھرنے پڑے۔ اس آفس میں سب لوگ ان کی بہت عزت کرتے ہیں۔ کسی کو کوئی بھی مسئلہ ہو شہیر صاحب کے بعد اگر کوئی آؤٹ آف وے جا کر آپکی مدد کر سکتا ہے تو وہ جنید بخاری ہے"۔ فرح اسے بتا رہی تھی۔ سویرا اسکی بات سن کر مزید کچھ کہنے کی بجائے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ ویسے بھی لنچ ٹائم ختم ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

اگلے چند دن میں جنید بخاری اسکے ذہن سے پوری طرح محو ہو چکا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ آفس کا کام سیکھ چکی تھی۔ بہت سے معاملات میں شہیر اسکی رہنمائی کرتا تھا۔ وہ بہت سخت گیر باس نہیں تھا بلکہ نرم لہجے میں سنجیدگی سے وہ اسے اسکی پوزیشن سے متعلق فرائض سے آگاہ کر رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ ایک انتہائی سمارٹ ایڈمنسٹریٹر تھا جسے اپنے ماتحتوں سے کام لینا آتا تھا۔ وہ ان پہ چیخ چلا کر یا اپنی ناراضگی سے خوفزدہ کر کے انکا جینا دوبھر کرنے کی بجائے انہیں پیشہ ورانہ انداز میں ٹریٹ کرتا تھا اور ہمیشہ اپنے ملازمین کی گڈ بکس میں رہتا تھا۔ سویرا صرف دو ماہ کے قلیل عرصے میں اس دفتر میں بہت اچھے طریقے سے ایڈجسٹ ہو چکی تھی اور شہیر سلیمان کو اس سے کوئی شکائیت نہیں تھی۔

"ہیلو مس سویرا، کیسی ہیں آپ؟" فون کی دوسری بیل پہ اس نے کال ریسیو کی تھی، اسکے ہیلو کہنے پہ دوسری طرف خوبصورت اور بے تکلف لہجے میں پوچھا گیا تھا۔

"آپ کون بول رہے ہیں؟" وہ حیرت سے اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ نمبر شہیر سلیمان کے دفتر کی ڈائرکٹ لائن تھی۔ اسے شہیر ہی اٹینڈ کرتا تھا اور اسکی غیر موجودگی میں سویرا اس نمبر پہ آنے والی کالز اٹینڈ کیا کرتی تھی۔

http://paksociety.com

"واہ جنید بخاری خوامخواہ خود کو توپ سمجھتے پھرتے ہو کہ کوئی ایک بار مل لے تو کبھی فراموش نہ کر پائے۔ یہاں تو لوگ پوچھ رہے ہیں آپ کون"؟ وہ محظوظ ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اوہ تو یہ آپ ہیں"۔ سویرا نے ایک گہرا سانس لیا۔ اسے اس بندے کے بلاوجہ فری ہونے سے کوفت ہو رہی تھی۔

"شہیر صاحب ابھی آفس میں نہیں ہیں، آپ کچھ دیر بعد کال کر لیں یا پھر انکے موبائل پہ رابطہ کر لیں"۔ بہت سنجیدگی سے کہہ کر وہ کال بند کرنے والی تھی کہ دوسری طرف سے جنید کی آواز سن کر اس نے ریسیور ایک بار پھر کان سے لگا لیا۔

"شہیر آفس میں نہیں تو کچھ دیر آپ سے بات کر لیتے ہیں۔ یہ بتائیں جاب کیسی جا رہی ہے۔ آفس میں کوئی پرابلم تو نہیں"۔ وہ اس سے ایسے پوچھ رہا تھا جیسے اسوقت اس نے سویرا سے صرف یہی پوچھنے کے لئے فون کیا ہے۔

"جنید صاحب میری جاب بالکل ٹھیک جا رہی ہے اور اگر مجھے یہاں کوئی پرابلم ہو گی تو میں آپکو بتانے کے بجائے اپنے باس کو بتانا ضروری سمجھتی ہوں"۔ اسکا لہجہ بدتمیزی والا نہیں تھا لیکن سنجیدہ اور دوٹوک تھا۔

"شہیر صاحب آئیں گے تو میں انہیں آپکا پیغام دے دوں گی"۔ دوسرے طرف کی بات سنے بغیر اس نے جلدی سے فون بند کر دیا تھا۔ کال دوبارہ نہیں آئی تھی۔ وہ اسے باتیں سنا تو چکی تھی لیکن اندر ہی اندر اسے یہ خوف بھی تھا کہ کہیں جنید اسکی شکائیت شہیر سلیمان سے نہ کر دے۔ آخر وہ اسکا پرانا دوست تھا اور سویرا اسکی معمولی سی سیکرٹری۔ دل ہی دل میں وہ ان لفظوں کو سوچ رہی تھی جو اسے شہیر کو وضاحت دینے کے لئے کہنے پڑیں گے۔ شہیر کے دفتر آنے کے بعد جتنی بار بھی اس نے سویرا کو کسی کام سے بلایا یا کال کی اسے یہی لگا کہ وہ اب اس سے جنید کے موضوع پہ بات کرے گا۔ لیکن جب اگلے دو دن اس نے سویرا سے اس بارے میں کچھ نہیں کہا تو اسے اطمینان ہو گیا بلکہ اب تو وہ اپنے رویے کو سو فیصد ٹھیک قرار دے رہی تھی اور اسے امید تھی آئندہ جنید اسکے ساتھ بلاوجہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔ لیکن اسکا یہ خیال اگلے دن ہی غلط ثابت ہو گیا تھا۔ جب جنید ایک بار پھر شہیر کے آفس میں موجود تھا۔ وہ وہاں پہلے سے موجود تھی اور شہیر اسے کچھ ڈاکومنٹس ٹائپ کرنے کے لئے دے رہا تھا کہ ایک کھکھلاتے ہوئے ہیلو کے ساتھ دروازہ کھولتا جنید اسکے کمرے میں داخل ہوا۔ دروازے کی طرف اسکی بیک تھی اسی لئے اس نے بھی گردن گھما کر اندر آنے والے کو دیکھا۔ وہ مبالغے کی حد تک سمارٹ لگ رہا تھا۔ اسے شہیر کے کمرے میں دیکھ کر وہ معنی خیز لہجے میں

http://paksociety.com

مسکرایا۔ سویرا نے واپس اپنی توجہ شہیر کی طرف مرکوز کرلی تھی جو جنید سے ملنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ وہ اسے کرسی پہ بیٹھتا دیکھ چکی تھی اس لئے اب وہاں سے نکلنے کے لئے پر تول رہی تھی۔

"یہ کلر کافی سوٹ کرتا ہے تم پہ، اکثر پہنا کرو"۔ جنید کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی تھی جو ایک نظر اسے دیکھ کر اگلے ہی پل شہیر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جیسے یہ بات اس نے شہیر کو کہی ہے۔ شہیر حیرت سے اسکا کمنٹ سن رہا تھا۔

" اچھا۔ تم نے پہلے کبھی نہیں بتایا میں تو اکثر یہ شرٹ پہنتا ہوں"۔ وہ اپنی شیمپین براون کلر کی شرٹ پہ ایک نظر ڈالتا ہوا بولا تھا۔

"پہلے میں نے تمھیں اتنے غور سے دیکھا بھی تو نہیں تھا"۔ جنید نے کن انکھیوں سے سویرا کو دیکھا جو سر جھکائے شہیر کے حکم کا انتظار کر رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے ڈاکومنٹس سویرا کے حوالے کئے وہ وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔ اپنے کیبن میں آکر کافی دیر تک وہ جنید کی باتوں کے بارے میں سوچتی رہی۔ وہ جانتی تھی وہ کمنٹس شہیر کے لئے نہیں تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بس سٹاپ پہ کافی دیر سے کھڑی تھی، پہلی بس مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور اب اگلی بس کے لئے اسے مزید کچھ دیر انتظار کرنا تھا۔ اچانک ایک سفید ہونڈا اکارڈ اسکے بالکل پاس آکر رکی۔

"آؤ میں ڈراپ کر دیتا ہوں"۔ شیشہ نیچے کئے جنید اسے مسکراتے ہوئے لفٹ آفر کر رہا تھا۔

"شکریہ میری بس آتی ہی ہو گی"۔ سنجیدگی سے انکار کر کے اس نے سڑک پہ اپنی توجہ مرکوز کرلی تھی۔''

"کیوں بلاوجہ ایٹیٹیوڈ دکھا رہی ہو۔ اتنی گرمی میں کھڑی بس کا انتظار کر رہی ہو پتا نہیں کب تک یہاں کھڑے رہنا پڑے چلو میں ڈراپ کر دیتا ہوں"۔ اسکا انکار سن کر وہ گاڑی سے نکل آیا تھا اور بہت حق جتانے والے انداز میں وہ ایسے بول رہا تھا جیسے یہ اسکا آئے دن کا کام ہو۔

"یہ میرا روز کا معمول ہے جنید صاحب اور میں اسکی عادی ہوں پلیز میرا تماشہ مت بنائیں سب لوگ اسطرف ہی دیکھ رہے ہیں۔'' آپ یہاں سے چلے جائیں"۔ سویرا کے لفظوں میں اس بار التجا تھی۔ کن انکھیوں سے وہ بس سٹاپ پہ کھڑے ہجوم کو دیکھ رہی تھی جو ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔

http://paksociety.com

اسکے چہرے پہ جو پشیمانی اور التجا تھی اسے دیکھ کر جنید نے ایک نظر اپنے ارد گرد دوڑائی اور اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

اسکے چلے جانے کے بعد سویرا نے اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا اور ایک دوسری بس میں بیٹھ گئی۔ وہ فی الحال وہاں کھڑے ہو کر لوگوں کو خود پہ ہنسنے کا موقع نہیں دے سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

اگلے دن لنچ ٹائم سے چند منٹ پہلے جنید اسکے کیبن میں آ کر بے تکلفی سے بیٹھا ہوا تھا۔ شہیر دس منٹ پہلے لنچ کے لئے باہر نکلا تھا۔ وہ اکثر اسوقت گھر چلا جاتا تھا یا پھر کسی آفیشل لنچ میں۔ آفس میں وہ لنچ نہیں کرتا تھا اور جس دن وہ لنچ ٹائم میں دفتر میں ہوتا سویرا ابھی اپنا لنچ جلدی جلدی اپنے کیبن میں ہی کر لیتی تھی۔ اب جو وہ نکلا تو سویرا فرح کے پاس جا کر گپیں لگانے کے موڈ میں تھی۔ کمپیوٹر بند کر کے وہ جانے ہی والی تھی کہ اسے سامنے سے جنید آتا دکھائی دیا۔ اسکا موڈ آف ہو گیا تھا۔

"شہیر صاحب باہر گئے ہیں"۔ اس نے اسے ٹیبل کے دوسری طرف پڑی کرسی پہ بیٹھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں شہیر اسوقت آفس میں نہیں ہے۔ میں اس سے نہیں تم سے ملنے آیا ہوں"۔ وہ نہ تو آج مسکرا رہا تھا اور نہ ہی اسکا انداز بے تکلف تھا۔ وہ غصے میں نہیں بلکہ نرمی سے اسے کہہ رہا تھا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟ مس یونیورس ہو، کوئی پرنسس ہو یا دیوی ہو جو اعلیٰ اقدار اور اخلاقیات کو سر پہ اٹھائے گھوم رہی ہو اور سامنے والا کوئی لچا لفنگا یا بد معاش ہے جو تمھارے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑا ہوا ہے اور تمھارا جس طرح دل چاہے گا مجھے انسلٹ کر دو گی۔ تمھیں کیا لگتا ہے میں سارا دن سڑکوں پہ گاڑی گھماتا پھرتا ہوں تاکہ لڑکیوں کو انکے گھر ڈراپ کر سکوں یا پھر مختلف دفتروں میں فون کر کے وہاں کی لیڈی ورکرز کے ساتھ وقت گزاری کرتا ہوں۔ یا ہر لڑکی کی بات بے بات تعریف کرتا پھرتا ہوں"۔ وہ دونوں کہنیاں ٹیبل پہ ٹکائے کہہ رہا تھا۔

"یہاں کچھ عقل نام کی چیز ہے یا نہیں"۔ اپنے سر کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے وہ اسے کہہ رہا تھا۔

اسے ایکدم اتنا سیدھا ہوتا دیکھ کر وہ کچھ نروس ہو گئی تھی لیکن پھر اپنے حواس پہ قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

http://paksociety.com

"دیکھئے جنید صاحب مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ آپ کون ہیں اور کون نہیں، میں ان لڑکیوں میں سے نہیں جو آپکی شخصیت سے متاثر ہیں اور آپ یا آپکے والد کے رتبے سے آپکی کی طرف مائل ہیں۔ آپ جو بھی ہیں مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے لیکن مجھے آپکا اپنے ساتھ بلاوجہ بے تکلف ہونا پسند نہیں ہے آپ یہاں میرے باس کے دوست کی حیثیت سے آتے ہیں اس سے زیادہ میرے نزدیک آپکی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میرے لئے یہ ملازمت بہت ضروری ہے ۔میری زندگی پہلے ہی بہت الجھی ہوئی ہے برائے مہربانی میرے لئے مزید مشکلات کھڑی مت کریں۔" وہ لب بھینچے اسکی بات سن رہا تھا۔ چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد وہ نرم لہجے میں بولا۔

"اچھی لگتی ہو تم مجھے، چاہنے لگا ہوں تمھیں۔ اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے۔ جب بھی تم سے بات کرنے کی کوشش کی تم نے اتنا روڈ انداز دکھایا جیسے میں کوئی آوارہ گلی کا غنڈہ ہوں۔ سویرا تمھیں اندازہ نہیں ہے۔۔۔۔۔" اسکی بات نامکمل تھی اور سویرا نے مداخلت کی۔

"میری زندگی میں ان سب باتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مجھے یہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ مجھے ان باتوں پہ یقین ہے نہ اعتبار۔ میری شادی صرف وہاں ہو گی جہاں میرے گھر والے چاہیں گے۔" اس نے نہایت روکھے انداز میں کہا۔

"سویرا مجھ پہ ایک بار اعتبار کر کے تو دیکھو میں سچ کہتا ہوں تمھیں کبھی لیٹ ڈاؤن نہیں کروں گا"۔ وہ بہت جذب سے بولا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"اماں کیا ہر مرد نا قابل اعتبار ہوتا ہے؟" بستر پہ چت لیٹی وہ چھت کو گھور رہی تھی۔ سویرا کے ذہن میں اب بھی اسکے لفظ گونج رہے تھے۔

"یہ سوال تمھارے ذہن میں کیوں آیا سویرا؟" اچانک آنکھوں کے سامنے جنید کی شبیہہ لہرائی۔"

"آپ نے کہا تھا مرد پہ بھروسہ کرنا عورت کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے۔ اس دنیا میں اس سے زیادہ نا قابل اعتبار شے اور کوئی نہیں، لیکن اماں کیا یہ فتویٰ ہر مرد پہ صادق آتا ہے۔ کیا سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

http://paksociety.com

"سویرا عورت جب کبھی کسی مرد پہ اعتبار کرنے کے بعد دھوکا کھاتی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس نے ہر مرد کو پرکھ لیا بلکہ وہ ایک شخص اسکے لئے پوری دنیا تھا جس کے دھوکے نے تمام مردوں کو اسی صف میں لا کھڑا کیا۔" صفیہ کا جواب تلخ تھا۔

"پھر تو اماں یہ عورت کی غلطی ہوئی نا کہ اسے صحیح اور غلط کی پہچان نہ ہو سکی۔ اس میں مرد کا کیا قصور، یہ بات تو ایک عورت کو کسی مرد پہ بھروسہ کرنے سے پہلے طے کرنی چاہیئے تھی کہ کیا وہ اس اعتبار اور مقام کے قابل ہے جس پہ ایک عورت نے اسے محبت کر کے پہنچا دیا ہے۔ اگر آپ نے ایک غلط انسان کا انتخاب کیا محبت میں بے اختیار ہو کر غلط قدم اٹھایا، اپنے گھر والوں کی عزت کو فراموش کر کے چھپ کی شادی کر لی تو یہ تو سراسر آپکی غلطی ہوئی نہ، آپ اگر ابا کے بارے میں ماموں کو بتا دیتیں تو وہ سوچ سمجھ کر ابا سے آپکا رشتہ کرتے اور ماموں اور نانی کی اس رشتے میں شمولیت کے بعد ابا کبھی آپکو اتنی آسانی سے چھوڑ کر نہ جاتے، جو بھی ہوا اس میں سارا قصور ابا کو تو نہیں تھا"۔ سویرا کی بات سن کر پل بھر کو صفیہ چونکی تھی۔ وہ غلط نہیں تھی۔

محبت کی پٹی آنکھوں پہ بندھنے کے بعد اتنی عقل کہاں رہتی ہے، یہ دل کے فیصلے ہوتے ہیں دماغ کو ان معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ محبت سوچ اور سمجھ کے تمام دروازوں پہ قفل ڈال دیتی ہے"۔ صفیہ ہولے سے بولی تھی۔

"وہ کون ہے سویرا؟" صفیہ کے سوال نے اسے چونکا دیا تھا۔

"آپ کس کا پوچھ رہی ہیں اماں؟" اس نے بے اختیار نظریں چرائیں۔"

"تم نے آج سے پہلے مجھ سے کبھی یہ سب نہیں کہا، آج سے پہلے جب بھی مٰیں نے تمھیں یہ تنبیہہ کی کہ تمھیں خود کو مرد کے فریب سے بہت دور رکھنا ہے تم نے مجھے ہمیشہ یہ یقین دلایا کہ تم میرا سر کبھی جھکنے نہیں دو گی، تم وہ نہیں کرو گی جو میں ماضی میں کر چکی ہوں۔۔۔۔ تم صفیہ نہیں بنو گی، آج پہلی بار تم مجھ سے اس موضوع پہ بحث کر رہی ہو۔ اس تبدیلی کی وجہ کون ہے؟"۔ صفیہ کے تجزیے پہ وہ لمحہ بھر کو کانپ گئی تھی۔

"میں تو ایسے ہی آپ سے ابا کے حوالے سے بات کر رہی تھی، آپ بھی بات کو کہاں سے کہاں لے گئیں۔ مجھ پر بھروسہ کریں اماں میں آپکو کبھی شکائیت کا موقع نہیں دوں گی۔" وہ جلدی سے بولی۔ اسکے ہاتھ پہ ہاتھ رکھے وہ اسے یقین دلا رہی تھی، وعدہ کر رہی تھی کہ وہ کبھی محبت نہیں کرے گی لیکن دل کے کسی کونے میں ایک چور چھپا بیٹھا تھا شائد اس بات کا اقرار وہ خود سے بھی نہ کر پاتی لیکن یہ سچ تھا کہ جنید اسے بھی اچھا لگتا تھا۔ اس میں ایسا کچھ تھا ہی نہیں جو اسے ناپسند کیا جاتا۔ وہ کسی بھی لڑکی کے خوابوں کا شہزادہ ہو سکتا

http://paksociety.com

تھا۔ یہ جان کر کہ جنید سویرا سے محبت کرتا ہے اسکا دل اور بھی بے اختیار ہو گیا تھا لیکن وہ اماں سے کیا وعدہ بھی نہیں توڑ سکتی تھی۔ وہ اسے اعتبار کرنے کا کہہ رہا تھا اور سویرا کا دل اس پہ اعتبار کرنا چاہتا تھا لیکن اس سب کا انجام کیا ہو گا۔ ماضی ایک بار پھر دہرایا جائے گا۔ لوگوں کے ہاتھ ایک نیا قصہ لگ جائے گا۔ نہیں اسے صفیہ نہیں بننا۔ اسے ماضی نہیں دہرانا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"تم جانتے بھی ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم یہ چاہتے ہو میں ایک ریلوے کلرک کی بھانجی کو اپنے گھر کی بہو بنالاؤں۔ اپنا نہیں تو کم سے کم ہماری عزت اور اسٹیٹس کا تو سوچا ہوتا جنید۔" فاخرہ اسکی بات سن کر بے حد خفگی سے بولی تھی۔ جسٹس نسیم بھی اسوقت وہاں موجود تھے جب جنید نے ان دونوں سے اپنی پسند اور سویرا سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

"ممی کلرک کی بھانجی ہونا اتنا بڑا عیب نہیں جس کی وجہ سے میری یا آپکی عزت متاثر ہو"۔ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"تمھیں اندازہ ہے تمھاری اس لڑکی سے شادی کے بعد ہمیں لوگوں کو کتنی وضاحتیں دینی پڑیں گیں۔ لوگوں کو چھوڑو میں تمھارے بڑے بھائیوں، انکی بیویوں اور تمھاری بہن سے کیا کہوں گی۔ کیا بتائیں گے انہیں کے کس فیملی بیک گراؤنڈ سے تعلق ہے ہماری تیسری بہو کا"۔ فاخرہ کافی غصے میں تھیں۔

"آپکو میری شادی کے لئے کسی کو وضاحتیں دینے کی ضرورت نہیں ہے، میری شادی کوئی نیشنل ایشو نہیں ہے جو میں لوگوں کو وضاحتیں دیتا پھروں۔ مجھے ایک لڑکی پسند ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں یہ میری پرسنل لائف ہے اور یہ فیصلہ کرنے کا مجھے پورا حق ہے۔ جب میرے بھائیوں نے اپنی پسند کی لڑکیوں سے شادی کی تھی تو اسوقت آپ نے انہیں کیوں نہیں روکا تھا یہاں تک کہ زینب نے بھی اپنے کلاس فیلو کے ساتھ پسند کی شادی کی۔ میری شادی کے وقت آپ اتنا واویلا کیوں مچا رہی ہیں"۔ جنید انکی لاجک سے کسی صورت ہار ماننے والا نہیں تھا۔

"حیدر اور وقاص نے جن لڑکیوں سے شادی کی انکا اور ہمارا کلاس ڈفرنس نہیں ہے۔ حیدر کی بیوی جنرل کی بیٹی ہے اور وقاص نے اس ملک کی دوسری بڑی پولیٹکل فیملی میں شادی کی ہے۔ زینب نے بھی ایک انڈسٹریلسٹ کے بیٹے سے شادی کی تھی۔ خاندان اور ملنے جلنے والوں میں دس لڑکیاں ہیں جو تمھارے لئے سوٹیبل ہیں تم ان میں سے جس سے کہو ہم تمھاری شادی کر دیں گے۔ لیکن تم تو۔۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

http://paksociety.com

"میری بیوی کسی اعلیٰ افسر کی بیٹی نہیں یا اسکا بیک گراؤنڈ میرے جتنا مضبوط نہیں، میرے لئے یہ بات ہر گز اہم نہیں ہے۔ میں جو کوالیٹیز اپنی بیوی میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ مجھے سویرا میں نظر آتی ہیں۔ میں اپنا لائف پارٹنر سیلکٹ کر رہا ہوں ممی کوئی خریداری نہیں کر رہا کہ اس دکان پہ یہ اچھا ملے گا اور دوسری دکان پہ وہ پراڈکٹ اچھی پڑی ہے"۔ اسکے دوٹوک انداز پہ فاخرہ جز بز ہو رہی تھی۔

"آپ اسے سمجھاتے کیوں نہیں"۔ اس نے نسیم بخاری کو گفتگو میں شامل کرنے کی کوشش کی جو اب تک ان دونوں کی بات سن رہے تھے۔

"کب سے جانتے ہو اس لڑکی کو؟" کافی کا کپ میز پہ رکھتے ہوئے انہوں نے سوال کیا۔

"تقریباً ایک ماہ سے۔" جنید نے تحمل اور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یہ اتنا زیادہ عرصہ تو نہیں ہے کسی کو جاننے کے لئے"۔ انہوں نے مزید پوچھا

"میرے لئے بہت ہے۔" اسکا انداز اب بھی وہی تھا۔

"کیا بہت خوبصورت ہے؟" انکی بات پہ فاخرہ نے پہلو بدلا۔ وہ چہرے پہ مکمل سنجیدگی لئے اس سے سوال کر رہے تھے۔

"خوبصورت تو بہت ہے"۔ جواب بھی اسی سنجیدگی سے آیا تھا۔

"کیا بس ایک یہی وجہ ہے اس سے شادی کرنے کی؟" فاخرہ اب بھی خاموش تھیں۔

"نہیں۔ یہ ایک وجہ نہیں ہے وہ بہت معصوم اور مضبوط کردار کی لڑکی ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"اسکی معصومیت اور کردار کا اندازہ تو مجھے ہو رہا ہے، کس طرح اس نے ایک امیر لڑکے کو پھنسایا ہے۔ عقل کے داؤ پیچ دکھانے والا بیرسٹر جنید بخاری اس کے عشق میں کس طرح عقل سے پیدل ہو گیا ہے یہ اسکی معصومیت اور کردار کی مضبوطی ثابت کرنے کے لئے بہت ہے"۔ فاخرہ تپ کر بولیں تھیں۔

"ممی پلیز میں اسکی انسلٹ برداشت نہیں کروں گا۔ اس سے شادی کا فیصلہ میرا ہے۔ وہ تو اس سب کے بارے میں جانتی بھی نہیں ہے۔ آج تک سیدھی طرح بات نہیں کی اس نے مجھ سے"۔ جنید چڑ کے بولا تھا۔

http://paksociety.com

"یہی تو ٹیکٹس ہوتے ہیں ان لوئر کلاس لڑکیوں کے۔ بڑے خاندان کے قابل مردوں کو اگنور کر کے انکی انا پہ چوٹ کرتی ہیں اور پھر انکی توجہ حاصل کر لیتی ہیں"۔ وہ اب ایک نیا پہلو نکال رہی تھیں۔

"ممی الف از الف۔۔۔۔ میں آپ کو ایک بات کلیئر کر دوں۔ اگر میری شادی سویرا سے نہیں ہوئی تو میں کسی دوسری لڑکی سے شادی نہیں کروں گا"۔ پیر پٹختا وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

"آپ نے اسے روکا کیوں نہیں؟" وہ اب نسیم بخاری سے کہہ رہی تھیں۔

"تمھارے خیال میں مجھے اسے کیا کہنا چاہیئے تھا فاخرہ؟" انہوں نے الٹا سوال کیا تھا۔

"اسے منع کرتے اس لڑکی سے شادی کے لئے"۔ اسکا دل اپنا سر پیٹنے کو چاہا۔

"وہ تو تم بھی کر چکی ہو اور کافی بحث بھی کر لی، اسکا کچھ فائدہ ہوا؟ جنید کوئی ٹین ایجر نہیں کہ میں یا تم اسکے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور زبردستی کر لیں۔ وہ میچور اور انڈیپینڈنٹ ہے۔ سختی کرنے سے اس نے ہمارے سامنے گھٹنے تو نہیں ٹیک دینے۔ پھر جب میں نے اپنی ساری اولاد کو یہ فریڈم دیا ہے کہ وہ جہاں چاہیں جس سے چاہیں شادی کریں تو میں جنید پہ یہ پابندی کیسے لگا سکتا ہوں۔" انہوں نے صاف کہا۔

لیکن ہمارے باقی بچوں نے جنید کی طرح کھائی میں چھلانگ لگانے کی ضد نہیں کی"۔ وہ تنک کر بولیں۔

"انہوں نے زندگی میں جنید جیسا کوئی قابل فخر کارنامہ بھی نہیں کیا۔ انکی تعلیم سے لے کر کریئر تک میں نے انہیں مکمل اسپورٹ کیا ہے۔ انکے بزنس اسٹیبلش کرا کے دیئے، آج بھی انکے لئے سفارشیں کرتا پھرتا ہوں۔ جنید نے مجھ سے کیا لیا ہے۔ میں نے اسکی تعلیم پر بھی اتنا ہی خرچہ کیا جتنا حیدر اور وقاص کی تعلیم پہ کیا تھا لیکن یہ صرف جنید ہے جس نے اپنی خود کی پہچان بنائی ہے۔ اپنے تعلیمی کریئر میں وہ ایک آوٹ اسٹینڈنگ سٹوڈنٹ رہا ہے۔ اسکا کریئر میری نہیں اسکی اپنی قابلیت سے بنا ہے۔ آج وہ میرے نام سے نہیں بلکہ میں اسکے نام سے پہچانا جانے لگا ہوں۔ زندگی کی اس اسٹیج پہ اگر وہ ہمارے پاس آ کر اپنی شادی کی اجازت مانگ رہا ہے۔ ہمیں قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو کیا تم چاہتی ہو میں اسے مشتعل کر کے اپنا مان گنوا دوں۔ تم اس معاملے سے الگ ہو جاؤ میں پہلے خود اس لڑکی سے ملوں گا اور پھر یہ طے کروں گا کہ آگے کیا کرنا ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہتے اسے آئینہ دکھا رہے تھے۔

http://paksociety.com

"ایک بات یاد رکھیں اگر آپ نے جنید کی بات مانی تو میں ہر گز اس رشتے کے لئے ان لوگوں کے گھر نہیں جاؤں گی۔" فاخرہ نے ایک نیا ایشو اٹھایا۔

"تم بلاوجہ جذباتی ہو رہی ہو، اپنی انا کے خول سے باہر آ کر اپنی اولاد کی خوشی کا سوچو"۔ فاخرہ خاموش ہو گئی۔

☆☆☆☆☆

نسیم بخاری اچانک ہی شہیر کے دفتر پہنچے تھے، انہوں نے اپنا تعارف شہیر کے انکل کی حیثیت سے کروایا تھا اور سویرا نے انہیں روٹین وزیٹر کی طرح خوش اخلاقی سے اسکے کمرے تک پہنچا دیا تھا۔ وہ انہیں بہر حال اچھی لگی تھی۔ سوفٹ سپوکن لیکن محتاط اور خوبصورت تو وہ تھی ہی۔ کاسنی پرنٹڈ کاٹن کے سوٹ پہ ہم رنگ دوپٹہ سر پہ اوڑھے وہ بغیر کسی زیبائش کے اتنی پیاری لگ رہی تھی تو اگر بناؤ سنگھار کرتی تو وہ لڑکی کسی کو بھی دیوانہ بنا دیتی۔ انہیں ان تمام لڑکیوں کا خیال آیا جنھیں فاخرہ آجکل جنید کے لئے کنسیڈر کر رہی تھی، انکے میک اپ زدہ چہرے اور انکا لائف اسٹائل انکی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ اس لڑکی کے ساتھ اگر کسی بڑے خاندان کا نام جڑا ہوتا تو وہ اور فاخرہ سر کے بل چل کر اسکا رشتہ مانگنے جاتے۔ وہ جانتے تھے اس ایک خامی کے سوا وہ جنید کو اس لڑکی سے شادی کرنے سے روکنے کا کوئی دوسرا جواز پیش نہیں کر سکتے تھے اور پھر وہی ہوا جو جنید چاہتا تھا۔ نسیم بخاری اور فاخرہ ایک دن سویرا کے گھر باقاعدہ رشتہ مانگنے چلے آئے تھے۔

☆☆☆☆☆

وہ آفس سے گھر آئی تو عدالت لگی ہوئی تھی۔ صفیہ سر جھکائے قیوم اور سعیدہ کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوئی۔

"لو آگئی تمھاری لاڈلی۔۔۔۔ ذرا پوچھو تو اس سے نوکری کے بہانے باہر جا کر کیا گل کھلا رہی ہے"۔ سعیدہ کی آواز تھی یا ہتھوڑا۔ وہ ان باتوں کا مطلب سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس نے حیرت سے ماں کی طرف دیکھا۔ صفیہ کی آنکھوں میں بے اعتباری اور غصہ بیک وقت امڈ آیا تھا۔

"جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اس لڑکی کو کام پہ جاتے اور کیا اونچا ہاتھ مارا ہے محترمہ نے۔ کہاں وہ ہائی کورٹ کے جج کا بیٹا اور کہاں یہ بھگوڑی ماں کی اولاد۔ کیسا باؤلا ہوا ہے اسکے عشق میں کہ رشتہ لے کر گھر آ گیا۔ بھئی اس لڑکی کے سارے لچھن ماں والے ہیں، پتا نہیں کیسے پٹایا ہے اسکو کہ وہ اس چھوٹے سے محلے میں اپنے ماں باپ کو لے کر آ گیا"۔ سعیدہ کی بات نے اسکے پاؤں کے نیچے سے زمین نکال دی تھی۔

صفیہ ایکدم اپنی جگہ سے اٹھی اور اسے سختی سے کندھے سے پکڑ کر زور زور سے چلانے لگی۔

"کون ہے یہ جنید بخاری اور تم کیسے جانتی ہو اسکو؟" صفیہ کا بس چلتا تو وہ اسکو مار مار کر لہولہان کر دیتی۔

"اماں۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔میرے باس کا دوست ہے اور ایک دو بار آفس آیا ہے میں اس سے زیادہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی "۔وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ دل کو مضبوط کر کے وہ جنید کو پہلے ہی انکار کر چکی تھی لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اگر وہ رشتہ لے کر گھر پہنچ گیا تو اس صورت میں بھی اسکے گھر والے اسے ہی مورد الزام ٹھہرائیں گے۔

آج سے تمھارا گھر سے باہر نکلنا بند، کوئی ضرورت نہیں نوکری کرنے کی اپنا استعفیٰ لکھ دینا میں کل دے آؤں گا"۔ قیوم نے حتمی فیصلہ کیا۔

"میں تو کہتی ہوں جلد سے جلد اسکا رشتہ کسی موچی، مستری سے ہی کر کے اسکو رخصت کرو۔ ان امیر زادوں کا کیا اعتبار، آج دل آیا ہے تو گھر رشتہ لے آئے ہیں، چار دن بعد جب دل بھر جائے گا تو طلاق کا پرچہ تھما کر اسکو واپس بھیج دیں گے۔ بیس سال بہن کو سنبھالا ہے مرتے دم تک اسکی بیٹی کو سنبھالنا"۔ سعیدہ نے کمرے میں بیٹھے قیوم سے کہا۔ سویرا کی شادی کی اس سے زیادہ جلدی کسی اور کو نہیں تھی لیکن اتنے بڑے خاندان میں تو وہ اسکی شادی مر کر بھی نہ کرے۔ اسکا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا، کہیں قیوم اس رشتے کے لئے راضی ہو گیا تو وہ کیا کرے گی۔ اسلئے اس نے قیوم کے ذہن میں یہ بات ڈالی تھی۔ قیوم یوں بھی سویرا سے خائف تھا، سعیدہ کی بات اسکے دل کو بھی لگی تھی۔ آخر اتنے بڑے گھر کا لڑکا ایک معمولی خاندان کی لڑکی کو کیونکر اپنائے گا، یہ محض وقتی ابال ہے۔

"تم کل حمیدہ کو بلاؤ اسے کہو جلد سے جلد کوئی رشتہ دکھائے، تعلیم یا عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ جہیز کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست ہو جائے گا میں اب خود بھی جلد سے جلد اس مشکل سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتا ہوں اور ہاں۔۔۔۔۔ان لوگوں کو فون کر کے کل منع کر

http://paksociety.com

دینا۔ کہہ دینا ہم غیر برادری میں شادی نہیں کرتے ہیں"۔ قیوم دھیمی آواز میں سوچ سوچ کر بول رہا تھا اور سعیدہ کے اندر سکون اتر رہا تھا۔

☆☆☆

"اماں آپ مجھے بھلے جان سے مار دیں لیکن مجھ سے اسطرح ناراض مت ہوں۔ میں سچ کہتی ہوں میں نے اسے گھر آنے کے لئے نہیں کہا، میں تو اسے ٹھیک سے جانتی بھی نہیں ہوں۔ اگر آپکو میری بات کا یقین نہیں آتا تو وعدہ کرتی ہوں آپ سے آپ جہاں کہیں گی میں وہاں شادی کرلوں گی"۔ وہ صفیہ کی آنکھوں میں بے اعتباری دیکھ کر ٹوٹ گئی تھی۔ دو دن سے صفیہ نے اس سے بات نہیں کی تھی۔ صرف صفیہ ہی نہیں اس سے گھر میں کوئی بھی بات نہیں کر رہا تھا۔ وہ صفیہ کو صفائیاں دے دے کر تھک چکی تھی۔ وہ چھت پہ بیٹھی مسلسل رو رہی تھی جب اسے کسی کی آہٹ سنائی دی۔ آنسو پونچھتے ہوئے اس نے آنے والے کی طرف دیکھا۔

تو اس لئے مجھے اتنے نخرے دکھائے جا رہے تھے، اس وکیل سے عشق کے پیچ جو لڑا رہی تھی"۔ خرم دانت پیستا کہہ رہا تھا۔ اسکی بات کا کوئی بھی جواب دینے کے بجائے وہ وہاں سے اٹھ کر نیچے جانے لگی تھی جب خرم نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"خرم بھائی میرا ہاتھ چھوڑیں"۔ وہ غصے سے چیخی تھی۔

"اتنا غصہ اس امیر زادے پہ تو نہیں کیا ہو گا جب وہ تمھارا ہاتھ پکڑتا ہو گا"۔ اسکی بات کا کوئی بھی جواب دینے کے بجائے سویرا نے ایک زوردار تھپڑ اسکے منہ پہ مارا۔ اور تیزی سے نیچے چلی گئی۔

جنید تک سویرا کے گھر والوں کا انکار پہنچا تو وہ اگلے ہی دن شہیر کے دفتر پہنچا تھا وہ سویرا سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن یہ جان کر اسے شاک لگا کہ سویرا ریزائن کر چکی ہے اور اسکی شادی ہو رہی ہے۔ شہیر خود بھی اسکے اچانک چلے جانے سے حیران تھا۔ جنید کو اس بات کا تو پورا یقین تھا کہ اسکا رشتہ آنے پہ سویرا کے گھر والے انکار نہیں کریں گے۔ اسے دکھ بھی تھا اور غصہ بھی۔ فاخرہ کے سامنے اسے سبکی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ سویرا سے ملنا چاہتا تھا لیکن اسکے گھر جانے سے شہیر نے اسے روک دیا تھا۔ شہیر کا خیال تھا کہ سویرا خود اگر اس میں رتی برابر بھی دلچسپی رکھتی تو یقیننا اسکے لئے اپنے گھر والوں کو راضی کرنے کی کوشش کرتی اگر وہ اسکا رشتہ ٹھکرا کر کسی اور سے شادی کر رہی ہے تو ہو سکتا ہے اس میں اسکی اپنی مرضی اور پسند شامل ہو۔

http://paksociety.com

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

☆☆☆☆☆☆

صرف ایک ہفتے میں اسکا نکاح اشتیاق سے کر دیا گیا تھا۔ پانچویں پاس موٹر مکینک، جس کی اپنی گاڑیوں کی ورکشاپ تھی۔ اشتیاق کی پہلی بیوی کی وفات دو سال پہلے تیسرے بچے کی پیدائش کے وقت ہوئی تھی۔ ماں اور بچہ دونوں ہی جان بر نہ ہو سکے تھے۔ اسکے دو بچے اور تھے۔ وہ عمر میں سویرا سے پندرہ سال بڑا تھا۔ شکل صورت تو معمولی تھی ساتھ میں زبان کا بھی تیز تھا۔ بات بے بات گالی نکالنا، چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ہاتھ اٹھانا اسکے نزدیک معمولی بات تھی۔ اسکی ماں کے ساتھ گھر میں ایک طلاق یافتہ بہن بھی موجود تھی اور انکی زبانیں اور تیور بھی اشتیاق سے کسی صورت کم نہ تھے۔ صفیہ کو اس رشتے پہ اعتراض تھا لیکن سعیدہ کے سامنے وہ کچھ بھی کہنے کی ہمت نہیں کر پائی البتہ قیوم کے سامنے اس نے تھوڑا سا احتجاج کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسکی بیس سالہ پڑھی لکھی اور خوبصورت بیٹی کے مقدر میں ایک رنڈوا دو بچوں کا باپ موٹر مکینک تو بہر حال نہیں تھا لیکن قیوم اسوقت پوری طرح سعیدہ کے کنٹرول میں تھا۔ اسے یہ بھی تشویش تھی کہ جنید کا رشتہ ٹھکرانے کے بعد سویرا کہیں اسکے ساتھ بھاگ نہ جائے۔ یہ بات بھی سعیدہ نے ہی اسکے کان میں ڈالی تھی۔ بیس سال پہلے جو کچھ ہوا وہ اب ایک بار پھر دہرایا جائے وہ بھی اسوقت جب اسے اپنی بھی ایک بیٹی کی شادی کرنی ہے۔ اس خوف کے سامنے صفیہ کی التجا کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

"سنا ہے کسی وکیل کو پھنسا رکھا تھا تو نے"۔ وہ دلہن بنی اسوقت کمرے میں بیٹھی تھی۔ زندگی میں پہلی بار بنی سنوری وہ ہوش اڑانے والی خوبصورتی کے ساتھ اشتیاق کے سامنے بیٹھی تھی جب اسکے لفظوں نے اسے اندر تک چیر ڈالا تھا۔

"میری بات کان کھول کے سن لے یہ میرا گھر ہے تیرا میکہ نہیں جہاں تو کسی کی بھی انکھوں میں دھول جھونک سکتی ہے۔ یہاں اپنے پرانے لچھن نہ چھوڑے تو جان سے مار ڈالوں گا۔ وہ تو اچھا ہوا تیری مامی نے سب کچھ پہلے ہی بتا دیا اور یہ بھی کہا کہ میں تجھ پہ نظر رکھوں ورنہ میں تو تیری بھولی صورت دیکھ کر بیوقوف ہی بنا رہتا۔ تجھ سے شادی کے وقت تک یہی سوچ کر خوش ہو رہا تھا کیسی حسین بیوی ملی ہے"۔ اسکے لفظ تھے یا کوڑے جو روح تک کو زخمی کر گئے تھے۔ یہ وہ شروعات تھی جس کا اختتام نظر نہیں آتا تھا۔ اپنے گھر میں صرف ایک سعیدہ تھی جو اسے صفیہ کا طعنہ دیتی تھی۔ سعیدہ کی مہربانی سے اب یہ خبر اسکے سسرال تک پہنچ چکی تھی۔ اشتیاق کے ساتھ ساتھ اسکی ماں اور بہن بھی بات بے بات اسے کچھ نہ کچھ سناتے رہتے تھے۔ وہ مٹی کی مادھو بنی انکے طعنے اور گالیاں سنتی سارا دن گھر کے کاموں میں خود کو مصروف رکھتی پھر بھی ذرا سی غلطی پہ اشتیاق ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہ کرتا۔ یہ بے بسی کی انتہا

http://paksociety.com

تھی کوئی جرم نہ ہوتے ہوئے سزا مل رہی تھی۔ صفائی دینا فضول تھا جہاں فرد جرم عائد کر کے سزا سنادی جائے وہاں کسی صفائی کی گنجائش نہیں رہتی۔

اسکے دونوں بچوں کی تمام ضروریات کا خیال رکھنے کے باوجود اسے سوتیلی ماں کے لقب اور ان متوقع مظالم کے متعلق جتایا جاتا جو وہ ان بچوں کے ساتھ کر سکتی تھی۔ دو وقت کی روٹی جو اسے اس مشقت کے بعد ملتی وہ بھی اشتیاق دس بار جتاتا کہ وہ کتنی محنت سے کما کر لاتا ہے۔

"کیسی عورت ہو بچہ رو رہا ہے اور تم یہاں سوئی پڑی ہو۔ میرا بچہ نہیں سنبھالا جاتا تو چلی جاؤ اپنی ماں کے گھر"۔ اشتیاق کی غصے میں بھری آواز پہ اس نے گھبرا کر حارث کو گود میں اٹھالیا۔ گھر کے کاموں سے تھک کر چور وہ وہیں بیٹھی بیٹھی اونگھنے لگی تھی کہ حارث کھیلتا کھیلتا گر گیا اسکے رونے پہ اشتیاق کو اسے ذلیل کرنے کا ایک اور بہانہ مل گیا تھا۔

وقت سب کا گزر جاتا ہے۔ اسکا بھی گزر رہا تھا۔ دن رات صرف اسی کوشش میں گزرتے کہ اشتیاق یا اس کے گھر والوں کو کوئی بات بری نہ لگ جائے، انھیں بے عزتی کا ایک اور موقع نہ مل جائے۔ وہ لاکھ کوشش کرتی کے ان لوگوں کو شکایت کا کوئی موقع نہ ملے پھر بھی کچھ نہ کچھ رہ جاتا اور گالی گلوچ شروع ہو جاتی۔ بات ہانڈی جلنے سے بھی شروع ہوتی تو اسکا کردار اور اسکی ماں کا گھر سے بھاگنا ضرور درمیان میں آجاتا۔ شادی کے بعد اس نے کبھی کوئی اچھا کپڑا پہننا نہ ہی بناؤ سنگھار کیا تھا۔ یہ شادی کے شروع کے دنوں کا قصہ ہے جب صفیہ نے اسے اپنے خاوند کے سامنے بن سنور کے رہنے کی ہدائیت کی تھی کہ اس سے مرد کا دل اپنی بیوی کے لئے موم ہوتا لیکن اس دن اشتیاق نے اسکی بے تحاشہ بے عزتی کی تھی۔ ساس اور نند کو تو اسے گھر کی ماسی کے روپ میں دیکھنا ہی پسند تھا اس لئے انہوں نے بھی اشتیاق کو مزید اکسایا۔ اس دن پہلی بار اشتیاق نے اس پر ہاتھ بھی اٹھایا تھا۔ اپنی بڑی عمر اور کم صورت کا کمپلیکس اسکی ماں اور بہن نے ہی اسکے ذہن میں ڈالا تھا۔ وہ کمزور نہیں تھی لیکن وہ ایک عام لڑکی کی طرح اپنی شادی نبھانا چاہتی تھی۔ وہ کسی کو موقع نہیں دینا چاہتی تھی کہ جس طرح اسکی ماں کا گھر نہ بس سکا وہ بھی اپنا گھر بسانے میں ناکام رہی۔ لوگ ایک لڑکی کے گھر سے بھاگ جانے کو بھول بھی جائیں وہ یہ نہیں بھولتے کہ اسکا خاوند اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ یقیننا اس میں ہی کوئی کمی ہو گی جو اس نے اپنے سلوک سے شوہر کو اپنا مطیع نہ کر لیا۔ وہ اس رشتے کی ہر حال میں نبھائے گی اور یہ فیصلہ اس نے اپنی شادی والے دن کیا

http://paksociety.com

تھا لیکن وہ نہیں جانتی تھی اس کے لئے یہ سب اتنا مشکل ہو گا۔ جس دن اسے اپنے ماں بننے کی خبر ملی وہ بہت خوش تھی۔ صفیہ نے بھی گھر آکر اسے خوش رہنے کی دعائیں دی تھیں۔

"تم دیکھنا سویرا کیسے اب اشتیاق تمھارے آگے پیچھے گھومتا ہے۔ مرد اپنی بیوی سے تو زیادتی کر سکتا ہے لیکن اپنے بچے کی ماں سے نہیں"۔ اماں بیچاری یہ بات کہتے ہوئے اپنی زندگی بھول گئی تھیں۔ پھر بھی وہ خوش تھی اور پر امید بھی۔ ان دنوں اسکی طبیعت اکثر خراب رہتی تھی۔ کھانا پکاتے ہوئے دل متلی کرتا اور طبیعت بھاری رہتی۔ ان دنوں اسے آرام کی ضرورت تھی جو اس گھر میں تو ممکن نہیں تھا۔ ایسے میں کوئی نہ کوئی کمی بیشی رہ ہی جاتی۔ ساس کی صلواتیں اور نند کی باتیں سن کر بھی وہ چپ چاپ اپنا کام کرتی رہتی تھی۔ اس دن بھی وہ اپنی ہمت سے بڑھ کر سب کام کر رہی تھی۔ دوپہر میں کچھ بھی نہیں کھایا گیا اور پھر وہ سب کاموں سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی۔ اشتیاق کب گھر آیا کب اس نے سویرا کو پانی لانے کے لئے آواز دی اسے ہوش نہیں تھا اتنی سی بات پہ اشتیاق نے اس پہ اپنا سارا غصہ نکال دیا۔ اسے ہاتھوں اور لاتوں سے مارتے ہوئے یہ بھی بھول گیا کہ وہ پانچ ماہ کی حاملہ ہے اور اسکی اولاد پیدا کرنے جا رہی ہے۔ اسکا حمل ضائع ہو گیا تھا۔ بستر پہ ادھ مری حالت میں پڑی وہ صفیہ کو کچھ بھی بتا نہیں پائی تھی۔ صفیہ اسے کہے بغیر بھی جانتی تھی کہ اسکے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اسکے چہرے اور ہاتھوں پہ زخموں کے نشان چیخ چیخ کر اسے سویرا پہ ہونے والے ظلم کی داستان سنا رہے تھے۔ صفیہ مجرم بنی اسکے سامنے بیٹھی تھی۔ اسے پہلی بار سویرا کی آنکھوں میں شکائیت نظر آئی تھی۔ اس دن وہ وہاں سے دل پہ بوجھ لئے واپس لوٹی تھی، کیسی ماں تھی وہ جو اپنی اولاد کو عزت اور سکون نہیں دے پائی تھی۔ اسے اس دن شدید احساس ہوا تھا کہ جنید کا رشتہ ٹھکرا کر اس نے غلطی نہیں جرم کیا ہے۔ وہ اپنے احساس جرم کے ساتھ سویرا کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس رات سوئی تو اگلی صبح جاگی ہی نہیں۔ صرف چوبیس گھنٹوں میں سویرا نے اپنے دو رشتے کھو دیئے تھے ۔ماں کے مرنے پہ وہ آخری بار قیوم کے گھر گئی تھی۔ وہ مرتے دم تک اس گھر کی دہلیز پہ قدم نہیں رکھے گی جہاں ساری زندگی اسکی ماں اور اسکے ساتھ ظلم ہوا تھا۔ اشتیاق کا رویہ اب بھی ویسا ہی تھا، وہ اب بھی ذرا ذرا سی بات پہ مشتعل ہو جاتا تھا لیکن اچانک سویرا بہت بدل گئی تھی۔ اسکا صبر کا پیمانہ بھر چکا تھا۔ ڈیڑھ سال تک اس نے صبر اور برداشت کے ساتھ اس شخص کی ہر جائز ناجائز بات سہی تھی۔ کبھی زبان پہ شکوہ نہیں لائی تھی۔ شائد وہ اپنی ماں سے کئے وعدے کا مان رکھنا چاہتی تھی۔ اسکا گھر ٹوٹتا تو طعنہ اسکی ماں کو ملتا لیکن اب اسے یہ خوف نہیں تھا۔ اس دن اشتیاق گھر آیا تو وہ خاموشی سے کھانا اسے کے سامنے رکھ رہی تھی۔

http://paksociety.com

کب تک مری ماں کا ماتم مناتی رہے گی۔گھر کو قبرستان بنا رکھا ہے"۔اشتیاق اسکی مرجھائی ہوئی صورت دیکھ کر بولا تھا۔اسکی بات پہ پہلی بار سویرا نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔

"ایسے گھور گھور کے کیا دیکھ رہی ہے آنکھیں نکال لوں گا تیری"۔وہ اسے اپنی طرف غصے سے گھورتا دیکھ کر بولا تھا۔

"اب اگر تم نے مجھے ایک لفظ بھی کہا یا میری ماں کے حوالے سے کوئی بات کی تو میں یہ بھول جاؤں گی کہ میرا تم سے کوئی رشتہ ہے"۔بہت سخت الفاظ اس نے بے حد مضبوط لہجے میں کہے تھے۔

"کیا بکواس کر رہی ہے،ہوش میں تو ہے یا لگاؤں ایک تھپڑ"۔وہ روٹی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

تم نے مجھے ہاتھ لگایا تو میں تمھارا ہاتھ توڑ دوں گی"۔اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ بھی اسکے مقابل کھڑی ہو گئی تھی۔"

"لگتا ہے تیری عقل ٹھکانے لگانی ہی پڑے گی ہمت ہے تو ہاتھ توڑ کے دکھا"۔اس نے سویرا کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا لیکن اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب سویرا نے اسکا بڑھا ہوا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔وہ اب بھی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"حرام خور میرے گھر میں رہتی ہے اور مجھے ہی آنکھیں دکھاتی ہے نکل جا ابھی میرے گھر سے ورنہ دھکے مار کے نکال دوں گا"۔مرد کی انا کو عورت کی تذلیل تسکین دیتی ہے کمزور پڑنے پہ وہ انہی حربوں کا استعمال کرتا ہے۔وہ جانتا تھا سویرا کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور یہ دھمکی سن کر وہ اس کے پاؤں پڑ جائے گی۔

"مجھے بھی اس جہنم میں رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے،تم مجھے کیا نکالو گے میں خود تمھارا گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں"۔وہ آج اسے مسلسل حیران کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔

"ہاں ہاں جا،تیرے جیسی عورتیں گھر تھوڑا بساتی ہیں"۔وہ اب بھی ہتھیار ڈالنے کو تیار نہیں تھا۔

"میرے جیسی عورتیں گھر اس لئے نہیں بسا پاتیں کیونکہ انکے شوہر تم جیسے گھٹیا اور کم ظرف مرد ہوتے ہیں"۔ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے وہ اب دروازے کی طرف جا رہی تھی۔

http://paksociety.com

"جانتا ہوں تو کس کے بل بوتے پہ اتنا تن رہی ہے۔ لگتا ہے اس وکیل سے رابطے بحال ہو گئے ہیں لیکن میری ایک بات کان کھول کے سن لے تو میرے سامنے ناک کی لکیریں بھی نکالے گی نہ تو میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔ یہاں سے نکل کر اپنے پرانے عاشق سے جو شادی کا خواب ہے نا تیرا وہ تو میں پورا ہونے دینے والا نہیں"۔ وہ کمینگی سے بولا تھا۔

"تمھاری ان باتوں کا جواب دینا میں ہرگز ضروری نہیں سمجھتی کیونکہ تم اب وہ مقام کھو چکے ہو یہ میں طے کر چکی ہوں میں اب تمھارے ساتھ نہیں رہوں گی اور تم سے خلع تو میں لے ہی لوں گی۔ تم جیسے گھٹیا شخص کے ساتھ اپنا نام جوڑے رکھنے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے"۔ اس رات وہ اشتیاق کے گھر سے خالی ہاتھ نکلی تھی۔ قیوم کے گھر نہ جانے کا عہد نہ بھی کیا ہوتا تو بھی وہ ان حالات میں وہاں نہیں جانا چاہتی تھی۔ جس گھر سے اسکو اور اسکی ماں کو سوائے تکلیف کے کچھ نہیں ملا وہاں اسے پناہ کیسے مل سکتی تھی۔ اسکے کالج کی ایک پرانی دوست کا گھر نزدیک ہی تھا، چند دن وہاں گزار کر اس نے ایک ہوسٹل میں رہائش کا انتظام کر لیا تھا۔ کچھ رقم اس نے فضیلہ سے ادھار لی تھی۔ وہ پڑھی لکھی تھی، اپنا بوجھ خود اٹھا سکتی تھی اسے امید تھی جلد ہی اسے نوکری مل جائے گی۔ فوری طور پر اسے ایک اسکول میں نوکری ملی تھی جو مستقل نہیں تھی۔ اس کی تنخواہ بہت قلیل تھی جو کہ اسکی ضروریات کے لئے ناکافی بھی تھی۔ وہ اسوقت ایک بہتر نوکری کی تلاش میں تھی ساتھ ہی ساتھ اشتیاق سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے بھی سوچ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے وہ تیزی سے احاطے میں داخل ہو رہا تھا۔ اگلے چند منٹ میں اسکا کیس شروع ہونے والا تھا اور وہ ٹریفک کی وجہ سے پہلے ہی لیٹ ہو چکا تھا۔ اسکا اسسٹنٹ اس سے پہلے عدالت میں موجود تھا۔ کورٹ کے باہر معمول کا رش تھا۔ وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتا دائیں طرف بنے کاریڈور میں مڑا اور یکدم سامنے سے آتی سویرا کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گیا۔ سر پہ چادر اوڑھے وہ بہت عام سے حلیئے میں آہستہ آہستہ چلتی اسی کی طرف آ رہی تھی۔ ایک پل کو اسے لگا وہ اسی سے ملنے آئی ہے لیکن پھر جب وہ اسکے قریب سے اسکا نوٹس لئے بغیر گزر گئی تو اس نے مڑ کر اسے پکارا۔

"سویرا۔۔۔۔۔" اپنا نام سن کر اس نے پلٹ کر جنید کی طرف دیکھا۔ حیرت کے بعد شناسائی کی جھلک اسکی آنکھوں میں ابھری تھی۔ لیکن پھر اس نے ان آنکھوں میں اداسی اور دکھ دیکھا۔

اسلام علیکم"۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ دھیمے لہجے میں بولی۔"

http://paksociety.com

"وعلیکم السلام۔تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ سچ میں اسے عدالت میں دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"میں۔۔۔۔۔۔میں یہاں کسی سے ملنے آئی تھی"۔وہ سر جھکا کر بولی تھی۔

"یہاں؟کس سے ملنے آئی تھی تم"۔وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔

"راحیلہ سلیم سے"۔اس نے ایک فیملی لائر کا نام لیا۔"

"راحیلہ سے تمھیں کیا کام ہے؟مجھے بتاؤ شائد میں تمھاری کچھ مدد کر سکوں"۔وہ کافی پریشان ہو کر پوچھ رہا تھا۔

"شکریہ۔۔۔۔۔۔مجھے بس ان سے ہی کام تھا"۔مزید کچھ کہے بناء وہ آگے بڑھ گئی تھی۔وہ اس سے بہت سے سوال پوچھنا تھا،اسکے پیچھے جانا تھا۔وہ اسے بہت اپ سیٹ لگی تھی اسے اس طرح اکیلا جاتے دیکھ کر وہ اسکے پیچھے جانے کے لئے لپکا لیکن اسی وقت اسکا اسسٹنٹ اسے ڈھونڈتا ہوا وہاں آ گیا تھا۔وہ اسے عدالت کی کاروائی شروع ہونے کے بارے میں بتا رہا تھا۔اپنی گھڑی پہ نظر ڈالتا وہ اسکے ساتھ کورٹ روم کی طرف چلا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ اس فائل کو پڑھنے میں مصروف تھا لیکن اس میں لکھا ایک لفظ بھی اسکی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔غائب دماغی سے نظریں فائل میں لگے کاغذوں پہ مرکوز کئے وہ بہت دیر سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔اچانک اسے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی میں جلن کا احساس ہوا اور پھر جلدی سے اس نے ہاتھ میں پکڑے سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑے کو ایش ٹرے میں رکھ دیا۔کافی دیر پہلے اس نے یہ سگریٹ سلگایا تھا لیکن اس نے ایک بھی کش نہیں لیا تھا۔سگریٹ اسکے ہاتھ میں پکڑے کب کا راکھ بن کر اسٹڈی ٹیبل پہ پڑا تھا۔دونوں بازو میز پہ ٹکائے اس نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

اتنے سالوں میں پہلی بار وہ کورٹ روم میں دوبار اٹکا تھا۔پہلی بار جب اسکے کیس کی سنوائی شروع ہوئی اور اس نے اپنی بات شروع کرنے سے پہلے اپنے کلائینٹ اور کمپنی کا نام غلط لیا تھا۔اسکے اسسٹنٹ نے اسے پیچھے سے ٹوکا تھا۔یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی۔اکثر وکلا ایسی غلطیاں کرتے رہتے ہیں۔اس نے معذرت کر کے اپنی تصحیح کی تھی۔دوسری بار وہ جسٹس وحید ظفر کے سامنے اسوقت اٹکا جب وہ کیس کے ریفرنس میں دلائل پیش کر رہا تھا۔وہ بولتے بولتے اچانک خاموش ہو گیا تھا۔اسے احساس ہوا وہ اسوقت

بلینک ہو چکا ہے۔ خالی نظروں سے وہ اپنے سامنے بیٹھے جج کو دیکھ رہا تھا جو جنید بخاری جیسے اسمارٹ اور قابل سول لائر کو پہلی بار اسطرح فریز ہوتے دیکھ رہے تھے۔ کورٹ روم میں یہ کوئی انہونی بات نہیں ہوئی تھی۔ کسی بھی مقدمے کے دوران جراح اور بحث کرتے وقت اس کیس کو جیتنے کے لئے وکلا ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیتے تھے اس دوران وہ اکثر بات بھول جاتے ہیں یا پھر لاجواب ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے آج تک بہت سے وکلا کو بحث کے دوران ان حالات سے گزرتے دیکھا تھا لیکن وہ بہت مہارت کے ساتھ بات کا رخ دوسری طرف موڑ کر اپنی کمزوری کو چھپا لیتے تھے۔ جنید بخاری ایسے پینترووں سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اسکے پاس دلائل کا خزانہ تھا وہ کوئی معمولی وکیل نہیں تھا بلکہ اس شہر کے مہنگے ترین اور قابل وکلا میں شمار ہوتا تھا۔ سامنے والے کو لاجک کی مار سے چت کرنا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا کسی بھی کیس کے لئے اسکی تیاری ہمیشہ مکمل ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے اسکی کامیابی کا گراف سو فیصد تھا۔ اپنی عمر کے دوسرے وکیلوں کی نسبت اس نے بہت تیزی سے اپنا مقام بنایا تھا۔ وہ اپنی لا فرم چلانے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی گروپ آف کمپنیز کا لیگل ایڈوائزر تھا۔ سول لائرز کی فہرست میں سب سے اوپر چمکنے والا نام جنید بخاری کا تھا۔ چھوٹے موٹے کیسز کے لئے اسے کورٹ آنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ان کیسز کو اسکے جونئیر آسانی سے ہینڈل کر لیتے تھے۔ وہ صرف بڑے کیسز کے لئے ہی عدالت آتا تھا۔ اسوقت بھی وہ ایسے ہی کیس کے سلسلے میں عدالت آیا تھا جہاں اسکا سامنا سویرا سے ہو گیا اور اسکے بعد وہ اس کیس میں نا صرف اپنی دلچسپی کھو چکا تھا بلکہ اسکے پاس کہنے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں۔

Are you alright Barrister Bukhari?

جسٹس وحید اسے خاموش ہوتے دیکھ کر بولے تھے۔ وہ جج کی آواز سن کر چونکا تھا۔"

"جی۔۔۔۔۔ میں ٹھیک ہوں"۔ اس نے آہستہ آواز میں کہا تھا۔

"آپ اگر چاہیں تو ہم اس کیس کی کاروائی موخر کر سکتے ہیں۔ میں آپکو پندرہ منٹ کا بریک دیتا ہوں اس دوران میں دوسرے کیس کی سماعت کر لیتا ہوں"۔ جسٹس وحید ظفر اسے سالوں سے جانتے تھے۔ انہیں لگا شائد اسکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ایک بڑے وکیل کے لئے ایسی چھوٹی موٹی ایڈجسٹمنس کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوتی ہیں۔ وہ انکی بات پہ شکریہ ادا کرتا کورٹ روم سے نکل گیا تھا۔ اسکا اسسٹنٹ بھی اسکے پیچھے آرہا تھا اسے لگا وہ نیچے بنے اپنے دفتر میں جا رہا ہے لیکن جب اس نے اسے فیملی لائرز کے کاریڈور کی

طرف جاتے دیکھا تو وہ کافی حیران ہوا تھا۔ اچانک جنید نے رک کر اسے واپس دفتر جانے کی ہدائت دی تھی۔ اسکا رخ اب راحیلہ سلیم کے دفتر کی طرف تھا۔

راحیلہ سلیم کا شمار بہت بڑے اور سینئیر وکلا میں نہیں ہوتا تھا۔ جنید بخاری کا شائد نام کے سوا راحیلہ سے کوئی تعارف نہیں تھا اسکی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہ دونوں ایک شعبہ ہونے کے باوجود دو الگ فیلڈ سے تھے۔ دوسری بات راحیلہ ایک جونئیر وکیل تھی۔ اپنے آفس میں بیرسٹر جنید بخاری کو دیکھ کر وہ حیران بھی تھی اور خوش بھی۔

"Hello Mr. Junaid, It is nice to see you in my office Sir."

راحیلہ خوش اخلاقی سے بولی تھی۔ خود کو کمپوز کرتے جنید نے رسمی علیک سلیک کے بعد اس سے سویرا کے متعلق پوچھا تھا۔ اپنے کسی کلائینٹ کے پرسنل ایشو کو کسی غیر متعلقہ شخص کے سامنے ظاہر کرنا نہائت غیر پیشہ ورانہ اور اخلاقیات کے خلاف تھا۔ خود جنید کے لئے یہ بات کافی شرمندگی کا باعث تھی لیکن وہ اسوقت جس دماغی کیفیت میں تھا اسکے لئے یہ سب جاننا بے حد ضروری تھا۔

آپ جانتے ہیں اسے مسٹر بخاری، وہ یہاں اپنی خلع کا کیس فائل کروانا چاہتی تھی۔ اسی سلسلے میں میرے پاس آئی تھی۔

"سویرا خلع لے رہی ہے؟" وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔ راحیلہ نے شائد اسکی آواز نہیں سنی تھی اسلئے وہ اسے مزید بتا رہی تھی۔

"بڑی زیادتی ہوئی ہے اس بیچاری کے ساتھ۔ یہ خود تو کافی اچھی شکل وصورت کی ہے۔ پڑھی لکھی اور ویل مینرڈ لیکن اسکے گھر والوں نے اسکی شادی ایک موٹر مکینک سے کر دی جو نہ صرف اس سے عمر میں پندرہ سال بڑا ہے بلکہ دو بچوں کا باپ بھی ہے۔ وہی سوسائیٹی کے کامن ایشوز، مار پیٹ اور گھریلو جھگڑے۔ بتا رہی تھی چند ماہ پہلے اسی مار پیٹ کی وجہ سے اسکا حمل بھی ضائع ہو گیا۔ ویسے آپ اسے کیسے جانتے ہیں؟" اپنی بات کے اختتام پر راحیلہ نے ایک بار پھر پوچھا۔

جنید اسوقت مٹھیاں بھینچے بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا۔

یہ میرے قریبی دوست کے آفس میں کام کرتی تھی۔ کافی اچھی لڑکی ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے اسے آپکے آفس سے نکلتے دیکھا تو سوچا آپ سے پوچھ لوں شائد اسے مدد کی ضرورت ہو"۔ راحیلہ کے لئے اس بات میں کوئی اچنبھا نہیں تھا۔ جنید بخاری اور اسکی فیملی کے سوشل ورک سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔

http://paksociety.com

میں نے ابھی اسکا کیس ایکسیپٹ نہیں کیا۔ اسکی مالی حالت ایسی نہیں کہ وہ چند ہزار بھی اس کیس کے لئے ادا کر پائے۔ میری فیس کا تو چھوڑیں اسکے پاس تو عدالتی کاغذات کی تیاری میں ہونے والے اخراجات کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں۔ کہہ رہی تھی چند روز میں دوبارہ چکر لگائے گی۔

"راحیلہ آپ اسکا کیس ایکسیپٹ کر لیں، آپکی فیس اور تمام اخراجات میں ادا کروں گا۔ کیا آپ مجھے اسکا کانٹیکٹ نمبر یا پتہ دے سکتی ہیں؟" وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا۔ چند منٹوں میں راحیلہ سلیم کی اسسٹنٹ نے اسے ایک کاغذ پہ سویرا کا ایڈریس اور نمبر لکھ کر لا دیا تھا۔ وہ ایک ورکنگ ویمن ہاسٹل کا پتہ تھا۔ اسے جان کر حیرت ہوئی تھی کہ وہ اپنی والدہ یا رشتے داروں کے پاس رہنے کی بجائے کسی ہوسٹل میں رہ رہی تھی۔ اسکے آفس سے اٹھ کر بھی وہ کافی اپ سیٹ تھا۔ یہ اسکی زندگی کا برا دن تھا لیکن اس سے کم جب اسے اچانک سویرا کی شادی کا پتہ چلا تھا۔

☆☆☆☆☆

اس دن پہلی بار جب اس نے سویرا کو شہیر کے دفتر میں دیکھا تو اسے وہ پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھی۔ شیشے کے کیبن میں بیٹھی وہ اسوقت کمپیوٹر پہ کوئی ڈاکومنٹ ٹائپ کر رہی تھی۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی لیکن جس طرح وہ کمپیوٹر پہ ٹائپ کر رہی تھی جنید کے لئے وہ منظر دلچسپی کا باعث تھا۔ وہ ایک لفظ کو بہت دیر تک قریب پڑے کاغذ پہ پڑھنے کے بعد کی بورڈ پہ ایک ایک حرف کو تلاش کرتی اور پھر دائیں ہاتھ کی انگلی سے دبا دبا کر لکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر کوئی بھی سمجھ سکتا تھا کہ اسے کمپیوٹر کا استعمال نہیں آتا ہے۔ وہ بہت دیر تک باہر کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا لیکن وہ اپنے ارد گرد سے بے نیاز پورے انہماک سے اپنا کام کر رہی تھی۔ جنید کو اسکی سادگی اچھی لگی تھی۔ یہ اتفاق تھا کہ اسکا چکر شہیر کے آفس میں شام کو لگتا تھا اور اسوقت شہیر کی سیکرٹری جا چکی ہوتی تھی اور پھر دو ہفتے کے لئے وہ خود بھی لندن چلا گیا تھا۔ آج اچانک آفس ٹائم میں وہاں پہنچا تو اسے سویرا نظر آئی اور وہ اسے بھول نہیں پایا تھا۔ ایک دوبار اس نے سویرا سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے کبھی اسے زیادہ بات کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ اس دن جب وہ شہیر کے آفس آیا تو وہ اسکے کمرے میں ہی موجود تھی۔ مور پنکھ رنگ کے سادہ سے کاٹن کے سوٹ میں اسکی گوری رنگت کھل رہی تھی۔

"یہ کلر کافی سوٹ کرتا ہے تم پہ، اکثر پہنا کرو"۔ اسے دیکھتے ہوئے جنید نے کمنٹ دیا تھا۔ اچانک اس نے اسے بلش ہوتے دیکھا تھا۔ اپنی تعریف پہ اترانے والی، قہقہہ لگانے والی اور غرور میں آجانے والی بہت سی لڑکیاں جنید نے دیکھی تھیں لیکن کسی لڑکی کو بلش

ہوتے دیکھنے کا یہ اسکا پہلا تجربہ تھا اور یہ تجربہ سوہان روح ثابت ہوا تھا۔ شہیر کی نظر اور توجہ پوری طرح اس فائل پہ تھی جو وہ اپنے آگے کھولے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی شہیر نے سر اٹھایا وہ اپنی نظروں کا زاویہ بدل چکا تھا۔ اسے یہی لگا تھا کہ وہ شہیر کو بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ شہیر نے بھی یہی ظاہر کیا تھا لیکن سویرا کے کمرے سے نکلتے ہی وہ اسے گھورتے ہوئے بولا تھا۔

میری سیکرٹری پہ لائن مارنا بند کر خبیث آدمی"۔ شہیر کی بات نے اسے ایکدم حیران کر دیا تھا لیکن اسکے بعد اس نے ایک زوردار قہقہہ مارا۔

یار تیری سیکرٹری کو دیکھ کر نہ دل قابو میں رہتا ہے نہ زبان۔

یار جنید مروائے گا۔ میں تجھے اتنا دل پھینک نہیں سمجھتا تھا۔ وہ برا مان گئی تو؟

"یار عجیب لڑکی ہے ہر وقت نو لفٹ کا بورڈ لگائے رکھتی ہے۔ جب بھی بات کرنے کی کوشش کرو ڈانٹ دیتی ہے، اسے اندازہ ہی نہیں یہاں کوئی اسکے لئے دیوانہ بنا ہوا ہے۔" جنید بے اختیار ہو کر بولا تھا۔

"آر یو سیریئس؟" شہیر کے لئے یہ کافی غیر متوقع تھا۔

"I am extremely serious, I Love her Man!"

اگلے کچھ دنوں میں وہ اپنے والدین کو منا کر اسکے گھر رشتہ بھیج چکا تھا۔ اسکے گھر والوں کے انکار کے بعد بھی وہ سکون سے نہیں بیٹھا تھا وہ شہیر کے دفتر جا کر ملنے والی اسکے اچانک استعفٰی اور شادی کی خبر سے کافی ڈسٹرب ہوا تھا۔ جنید اسے کبھی بھول نہیں پایا تھا۔ وہ کوئی ٹین ایجر نہیں تھا جو محبت میں ناکامی پہ کھانا پینا چھوڑ کے بیٹھ جاتا یا اپنے غم کا پرچار کرنے کے لئے خود کو ختم کرنے کی کوشش کرتا لیکن اسکے لئے اپنی ادھوری محبت کو فراموش کرنا بھی آسان نہیں تھا۔ فاخرہ کی لاکھ کوشش کے باوجود وہ اسے کسی اور لڑکی سے شادی کے لئے راضی نہیں کر پائی تھیں۔ زندگی میں پہلی اس نے کسی لڑکی کو شادی کے لئے سیریلی کنسیڈر کیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سویرا اس سے کوئی جذباتی وابستگی نہیں رکھتی تھی وہ دل سے اسکی محبت کو نوچ کے پھینک نہیں سکتا تھا۔ آج ڈیڑھ سال بعد وہ اسے ملی بھی تو کہاں اور کس حال میں۔ پہلی نظر میں تو وہ اسے پہچان ہی نہیں سکا تھا کوئی بھی پہچان نہ پاتا۔ اسکے کپڑے پہلے بھی کبھی بہت قیمتی نہیں ہوتے تھے لیکن آج وہ جس حلیے میں تھی وہ پہلے سے بہت ابتر تھا۔ پاؤں میں گھسی ہوئی چپل اور اسکا چہرہ

http://paksociety.com

--------یہ وہ چہرہ نہیں تھا جس نے جنید کی آنکھوں کی نیندیں چرا لیں تھیں۔ وہ تو ایک انتہائی لاغر اور بیمار لڑکی کا چہرہ تھا۔ گلاب کی پنکھڑیوں سے ہونٹ مرجھا گئے تھے۔ پیلی زرد رنگت اور آنکھوں کے گرد گہرے حلقے، لگتا تھا کسی نے اسکے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ سویرا کو کبھی اس حال میں بھی دیکھے گا۔ وہ اسے بہت چاہتا تھا اسے اب تک دل سے نکال نہیں پایا تھا لیکن اس نے سویرا کے لئے ہمیشہ خوشیوں کی دعا کی تھی۔ اسکا تو یہی خیال تھا کہ وہ اپنی زندگی میں خوش ہو گی۔ اسکا حلیہ، اسکا لاغر چہرہ اور اسکی خلع کا مسئلہ۔ اس نے کتنا تکلیف دہ وقت گزارا تھا اور آج بھی اسکے چہرے کی مایوسی بتا رہی تھی کہ وہ شدید پریشانی میں ہے۔ اسکی مالی حیثیت تو اسے راحیلہ سے پتا چل ہی چکی تھی۔ اس نے کئی بار سوچا وہ سویرا سے رابطہ کرے لیکن پھر خود کو روک لیا۔ شائد یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔ وہ اگر برا مان گئی، اس نے پہلے بھی جنید کی محبت کا مثبت جواب نہیں دیا تھا اور آج بھی اسکے مدد کی بات کرنے پہ اس نے اسے انکار کر دیا تھا۔ شائد وہ اسکی مدد اور خلوص کو غلط سمجھے۔ بہر حال وہ اسکے لئے اتنا تو کر ہی سکتا تھا کہ اسکی خلع کا معاملہ راحیلہ سلیم کے ذریعے حل کروا دیتا۔

☆☆☆☆☆

وہ لفٹ سے نکل کر پارکنگ ایریا کی طرف جا رہا تھا جب اس نے سویرا کو بھی اس بلڈنگ سے نکلتے دیکھا۔ اس دن کی نسبت وہ اسے آج کافی بہتر لگ رہی تھی۔ جنید کو دیکھ کر وہ پہلے حیران ہوئی اور پھر اسکی خوبصورت آنکھوں میں شناسائی اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ ابھری۔ رسمی علیک سلیک کے بعد جنید نے اس سے اسکے وہاں ہونے کا سبب پوچھا۔

"میں یہاں جاب کرتی ہوں۔ میڈ اس کے آفس میں"۔ وہ اسے فرسٹ فلور پہ موجود ایک کمپنی کے ہیڈ آفس کے بارے میں بتا رہی تھی۔

"اچھی کمپنی ہے، کس ڈیپارٹمنٹ میں ہو"۔ وہ مزید پوچھ رہا تھا۔

اکاؤنٹس سیکشن میں، دو ماہ پہلے ہی جوائن کیا ہے۔ آپ یہاں کیسے؟

اس بلڈنگ میں میرا آفس ہے چوتھے فلور پہ۔ بخاری لا ایسوسی ایٹس۔

اچھا وہ آپکی فرم ہے، مجھے پتا ہی نہیں تھا۔

http://paksociety.com

پتا کیسے ہوتا؟ تم نے کبھی بتانے کا موقع ہی نہیں دیا۔

"جنید صاحب میں بہت دنوں سے سوچ رہی تھی کہ آپ سے رابطہ کروں۔ دراصل میں آپکا شکریہ ادا چاہ رہی تھی۔ آپ نے ایڈووکیٹ راحیلہ کو۔۔۔۔۔۔۔" وہ سوچ سوچ کے بول رہی تھی لیکن اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی جنید بول پڑا تھا۔

سویرا اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں نے جو کیا وہ میرا فرض بنتا تھا لیکن اگر تم میرا شکریہ ادا کرنا ہی چاہتی ہو تو میرے ساتھ ایک کپ کافی پی لو۔

"کافی۔۔۔" وہ زیر لب بڑبڑائی اور بیدردی سے نچلا لب کاٹا۔ جب وہ پہلے اس سے ملنے جلنے میں اجتناب برتتی تھی تو اب اسے زیادہ محتاط رہنا تھا۔

"کوئی زبردستی نہیں لیکن اگر دو گھڑی کہیں بیٹھ کر بات کر سکیں تو میں احسان مند رہوں گا اور جیسے کہ پہلے بھی واضح کر چکا ہوں انتہائی شریف انسان ہو، سڑک چھاپ لفنگا نہیں پھر بھی اگر تمھاری مرضی نہیں تو میں فورس نہیں کروں گا"۔ وہ سنجیدہ تھا۔

"ایسی بات نہیں۔۔۔ وہ میں بس۔۔۔۔ ایسے ہی"۔ اسے لفظوں کا انتخاب کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"سویرا یہ حساب کا کلیہ نہیں فقط ایک درخواست ہے۔ نہ چلنا چاہو تو صاف انکار کر دو"۔ اسکی بات سن کر وہ خاموشی سے اسکے ساتھ چل پڑی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

"تم خوش ہو سویرا؟" کافی کا سپ لیتے جنید نے اچانک اس سے پوچھا تھا۔

"میں مطمعن ہو"۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔

"سویرا تم سے ایک بات پوچھوں تم برا تو نہیں مانو گی؟" وہ بہت سوچ سوچ کے بول رہا تھا۔

"پوچھیں۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔

"بہت عرصے سے میں تم سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ کبھی تم ملو تو میں تم سے وہ بات پوچھوں جو مجھے کب سے ڈسٹرب کر رہی ہے۔ سویرا کیا تمھارے دل میں ایک بار بھی میرے لئے چاہت کا احساس نہیں جاگا؟ کہیں نہ کہیں تمھاری

http://paksociety.com

سرد مہری کے باوجود میرے دل میں ایک امید تھی کہ تم میرا پرپوزل ریجیکٹ نہیں کرو گی اپنے گھر والوں کے سامنے میرے لئے اسٹینڈ لو گی۔ لیکن تم نے میرا ساتھ دینے کی بجائے اپنے گھر والوں کے کہنے میں آکر اپنی زندگی برباد کر ڈالی۔ کیا کمی تھی میری محبت میں سویرا کہ تم نے مجھ پہ اعتبار نہیں کیا؟" اسکے چہرے کو نظروں میں رکھتے وہ بہت سنجیدگی سے بولا تھا۔ اسکا چہرہ اس کشمکش کو عیاں کر رہا تھا جو جنید کی بات سن کر اسکو ہو رہی تھی۔

"آپ میں کوئی کمی نہیں جنید، میں کرنا چاہتی تھی اعتبار آپ پر، ایک عام لڑکی کی طرح محبت کے پھل کا مزا چکھنا چاہتی تھی۔ اپنی زندگی میں آئے پہلے مرد کی چاہت کو اپنانا چاہتی تھی لیکن اپنی ماں سے کئے وعدے کی زنجیر نے مجھے جکڑ رکھا تھا۔ کبھی کبھی ہمارے بزرگوں کی زندگی کے تلخ تجربات ہماری زندگی کا سب سے بڑا خوف بن جاتے ہیں اور بھوت بن کر ہمیں ڈراتے رہتے ہیں۔ جنید میری ماں ایک بری عورت نہیں تھی بس اس سے ایک غلطی ہو گئی تھی ایک غلط شخص سے محبت کرنے کی غلطی اور اپنی اس غلطی کا خمیازہ اس نے ساری زندگی بھگتا اور صرف اس نے نہیں وہ تاوان میں بھی ادا کیا۔ مجھے لگا تھا میرے سرد رویے سے مایوس ہو کر آپ پیچھے ہٹ جائیں گے لیکن آپ نے اپنی محبت کے ثبوت کے طور پر میرے گھر رشتہ بھیج دیا اس دن مجھے آپ پر تو اعتبار آگیا لیکن میں نے اپنی ماں کا اعتبار کھو دیا۔ اسکی نظروں میں اپنے اس مان کو ٹوٹتے دیکھا جو اسے مجھ پہ تھا۔ اس اعتبار کو بحال کرنے کے لئے اس مان کو برقرار رکھنے کے لئے میں نے کچھ بھی کہے بغیر شادی کے لئے ہاں کر دی۔" کافی کے کپ کے کناروں پہ انگلی پھیرتے اس نے اسے ساری بات بتا دی۔

"تم اگر ایک بار مجھ سے رابطہ کر لیتی تو میں تمھاری والدہ کو قائل کر لیتا۔ انہیں یقین دلاتا کہ ہر مرد ایک سا نہیں ہوتا میں تمھیں دکھ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا سویرا۔" وہ اسکی آنکھوں دیکھ کر بولا۔

"اب ان سب باتوں پہ افسوس کرنے کا کیا فائدہ، جو وقت گزر گیا وہ پلٹ کر نہیں آسکتا۔ مقدر میں یہی لکھا تھا"۔ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پلکوں سے روکتے وہ بولی۔ میرا خیال ہے مجھے اب چلنا چاہئیے مجھے دیر ہو رہی ہے۔

"میں تمھیں ڈراپ کر دیتا ہوں"۔ وہ بل پے کر کے اسکے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ اس کے کچھ کہنے سے پہلے بولا۔

"انکار مت کرنا سویرا۔۔۔۔ پلیز"۔ وہ ایک بار پھر اسے انکار نہیں کر پائی تھی۔

http://paksociety.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کسی کے ساتھ نہ ہونے سے زندگی رک نہیں جاتی بس اک تشنگی ہے جو دل کے کسی کونے میں ٹھہر جاتی ہے۔ وقت گزر بھی جائے تو نارسائی کا قلق ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔ تم میری زندگی میں صبح بہار کی طرح وارد ہوئی اور دبے پاوں بنا کچھ کہے سنے میرے دل کو خزاں کر گئی۔ سوچا تھا تمھیں اپنا بنا کر تمھاری زندگی کا ہر غم دور کر دوں گا لیکن ایسا ہو نہ سکا۔ تم میری نہیں ہو پائی پھر بھی ہر لمحہ اس دل نے تمھاری خوشیوں کی دعا کی، تمھیں آباد دیکھنا چاہا پر شائد قدرت کو میری یہ دعا بھی منظور نہ تھی جو تمھارے دامن میں اور درد بھر گئے لیکن سویرا میری دل کی دنیا آج بھی تمھارے وجود سے روشن ہے۔ یہ گلستان زندگی آج بھی تمھارے وجود سے مہک سکتا ہے کیا ممکن ہے تم اس میں اپنی محبت کا رنگ بھر دو؟" وہ اسے اسکے ہوسٹل تک چھوڑنے آیا تھا جب گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

"میری بات کا فوری جواب دینے کے بجائے اچھی طرح سوچو میں فقط تمھاری خوشی چاہتا ہوں بس ایک التجا ہے اس بار بناء کچھ کہے مت چلی جانا"۔ وہ خاموشی سے گاڑی سے اتری اور جنید اپنی بات کہہ کر رکا نہیں وہ اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی تھی۔

"زندگی میں کچھ فیصلے بہت مشکل ہوتے ہیں لیکن ہم اسے بہت آسانی سے کر لیتے ہیں اور کچھ فیصلے بہت آسان ہوتے ہیں جنھیں کرنے کے لئے آپکو بہت مشکلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسے بھی آج ایک فیصلہ کرنا تھا وہ نہیں جانتی تھی یہ آسان ہو گا یا مشکل لیکن وہ جنید کو مزید انتظار کی صعوبت نہیں دے سکتی تھی۔ اس نے جنید کو کال کر کے اسی کافی شاپ میں بلایا تھا جنید وقت سے پہلے وہاں موجود تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے سامنے سے آتی سویرا کو دیکھا۔ اسکے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔

میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی ہوں جنید"۔ بناء کسی تمہید کے اسکا انداز دوٹوک تھا۔

میں اس انکار کی وجہ جان سکتا ہوں؟" وہ سنجیدہ تھا۔"

میں خود کو آپ کے قابل نہیں سمجھتی۔

"آپ بہت اچھے انسان ہیں۔ بہت خوش نصیب ہو گی وہ لڑکی جسے آپکا ساتھ نصیب ہو گا۔ لیکن شائد وہ لڑکی میں نہیں جنید۔ آپکی کلاس اور رتبہ میرے قد سے بہت بڑا ہے میں نہیں چاہتی کہ آپکو میری وجہ سے دنیا کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے۔ ایک طلاق

http://paksociety.com

یافتہ لڑکی کم از کم بیرسٹر جنید بخاری کی بیوی بننے کے لائق نہیں ہے۔ آپ مجھے ڈیزرو نہیں کرتے ہیں"۔ اپنی بات کے اختتام پر وہ اب اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ کسی بھی رد عمل کے بغیر اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہمیشہ کی طرح ان آنکھوں نے ایک بار پھر اسے نروس کر دیا تھا۔ اس نے پلکیں جھکا لیں۔

"یہ ڈیسائڈ کرنے والی تم کون ہوتی ہو کہ میں کیا ڈیزرو کرتا ہوں اور کیا نہیں۔ ہم اس دنیا میں رہتے ہیں اور یہاں لوگوں کے ساتھ بڑی بڑی ٹریجڈیز ہو جاتی ہیں تو کیا اس کا مطلب وہ لوگ آؤٹ کاسٹ ہو جاتے ہیں۔ کہاں لکھا ہے ایک عورت طلاق کے بعد دوبارہ شادی نہیں کر سکتی یا اسے عزت کی زندگی گزارنے کا حق نہیں ہے۔ سویرا میں نہ تو کم عمر عاشق ہوں نہ ہی بیوقوف، ایک عمر گزر گئی ہے لوگوں کے رویوں کو سمجھتے ہوئے، سامنے بیٹھے شخص کی باڈی لینگویج سے اندازہ لگا سکتا ہوں کہ کون سچ بول رہا ہے کون جھوٹ، کون حق پہ ہے اور کون غاصب۔ میرے ارد گرد دسیوں لڑکیاں مجھ سے شادی کی خواہش رکھتی ہیں لیکن میں نے تمھارا انتخاب کیا اور یہ فیصلہ فقط صورت کی بنا پر نہیں کیا ہے میں نے۔ تم میں وہ سب خصوصیات ہیں جو ایک سمجھدار انسان اپنی بیوی میں دیکھنا چاہتا ہے"۔ یہ کہتے ہوئے جنید نے اپنا ہاتھ سویرا کے ہاتھ پہ رکھا۔

"تمھیں خود اندازہ نہیں کہ تم میرے لئے کیا ہو۔ تم میری کسی بن مانگی دعا کا ثمر ہو سویرا۔ تم جیسی لڑکی کسی بھی شخص کی زندگی میں شامل ہو کر اسے گلزار بنا سکتی ہے۔ خود کو کمتر سمجھنا بند کرو۔ تم لاکھوں میں ایک تھی اور آج بھی لاکھوں میں ایک ہو۔ یہ میری خوش قسمتی ہو گی کہ تم میری بیوی بن کر میری زندگی میں آؤ۔ جو کچھ ہوا اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں تھا وہ برا وقت تھا جو گزر گیا۔ اس زندگی میں خوشیوں پر تمھارا پورا حق ہے۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتی مجھے پسند نہیں کرتی تو میں تمھیں یہ فریڈم دیتا ہوں تم مجھے بالکل انکار کر سکتی ہو اینڈ آئی پرامس کہ میں دوبارہ کبھی تمھارا راستہ نہیں روکوں گا لیکن اگر تمھارے دل میں میرے لئے تھوڑی سی بھی محبت ہے اور تم صرف ان بیوقوفانہ باتوں کو سوچ کر میری زندگی سے جانا چاہتی ہو تو آئی ایم سوری میں تمھیں اپنے ساتھ یہ نہیں کرنے دوں گا"۔ وہ دوٹوک بولا تھا۔

"آپ وکیل ہیں میں بحث میں آپ سے جیت نہیں سکتی"۔ اسکا ہاتھ اب بھی سویرا کے ہاتھ میں تھا۔ سویرا نے ارد گرد ایک نگاہ دوڑائی اور پھر آہستہ سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

"سویرا صرف ایک بار میری آنکھوں میں دیکھ کر کہہ دو کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتی"۔

http://paksociety.com

میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں جنید لیکن۔۔۔۔۔"وہ جس طرح اسے دیکھ کر رہا تھا اسکے لئے جھوٹ بولنا ناممکن تھا۔"

"میں بھی تم سے بہت محبت کرتا ہوں پلیز اس بار مجھے چھوڑ کے مت جاؤ"۔جنید نے اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی بوندیں نکلتے دیکھیں۔

"ان آنسوؤں کا سبب؟"جنید نے اپنی انگلی کی پوروں سے اسکے رخسار پہ بہتے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"برسوں بعد کسی نے ان درد بھرے کانٹوں کو نکالا ہے جو دنیا نے سفاکی سے میرے وجود میں پروئے تھے"۔اس برسات کو پلکوں پہ سمیٹنے کو کوشش میں وہ ناکام ہو رہی تھی۔

"آج کے بعد ان آنکھوں کو انسو بہنے کی اجازت نہیں ہے۔یہ موتی یوں ضائع کرنے کیلئے نہیں ہیں سویرا۔میں وعدہ کرتا ہوں تمھیں اس دنیا کی ہر خوشی دوں گا اور ان آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آنے دوں گا۔کیا تم مجھ پر اعتبار کرو گی؟"اسکی انکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ ارد گرد سے بے نیاز تھا۔سویرا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اسے آج آخری بار ہوسٹل ڈراپ کرنے جا رہا تھا۔کیونکہ کل وہ اسے پوری عزت اور مان کے ساتھ دلہن بنا کر اپنے گھر لے جائے گا۔

میں تمھیں بتا نہیں سکتا سویرا کہ تمھارے اقرار نے مجھے کتنا سکون دیا ہے۔گاڑی سے نکل کر وہ اسے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بہت طویل انتظار کیا ہے میں نے بھی خوشی کے ان لمحوں کے لئے۔وہ اسے بتا رہی تھی۔دونوں نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا اس ایک لمحے میں برسوں کی تکلیف کا خاتمہ ہو گیا تھا۔دلوں میں طمانیت تھی۔ہر طرف محبت ہی محبت تھی۔

☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

http://paksociety.com